

انگریزی ماہ کی کیم تاریخ کو
شائع ہوتا ہے

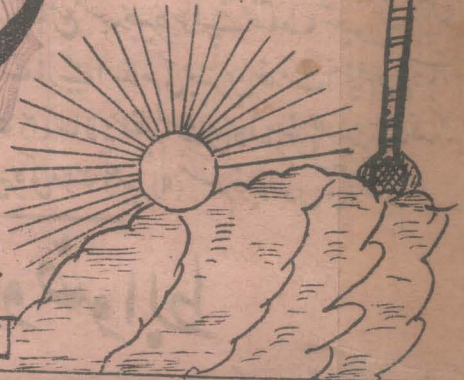
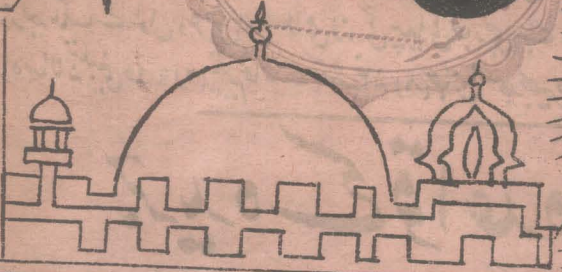
مجلس کربہ حزب الانصار بحیرہ وادارہ عالیہ کربہ کاتھان

قیمت نہ دو روپے
طلبہ دیر سے طرہ

شمس الاسلام



اللہ نے
کیرا
الا
قوم
بابت
میں



مَنْ انصاری الی اللہ

یہ زمانہ مادہ پرستی اور سرمایہ داری کا ہے، دین دنیا کا کوئی کام بھی بغیر سرمایہ کے چل نہیں سکتا ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ ہم جن صدیقی
لیکھ اٹھے ہیں اور جو پیغام حیا مسلمانوں تک پہنچانا چاہتے ہیں اس کیلئے کتنے سرمایہ کی ضرورت ہے جسکے بل بوقتہ پر خدا تعالیٰ کا پیغام خدا
کے بندوں تک پیغام مسلسل پہنچتا رہے مگر آج ہم غریبوں کے پاس تنہا کیا کیا اس پیغام کو ادیہ کہ شمس الاسلام کے سر پر کسی سرمایہ کا ہاتھ
ہے نہ حکومت کی خوشامد چاہلو کسی کی رو بہی نہ ہری مصالحتیں جو اسکے اخراج کی کفیل ہوں اسمیں حسن و عشق کی عیاں تصویریں اور داستانیں
ہی ہیں جو رنگین مزاجوں کو اپنی طرف کھینچ لیں اور نہ اس کا کوئی تجارتی پہلو ہی ہو گا کہ وہ کتابوں کی تجارت سے اپنے اخراج پورے کر لے
لے دے کہ اسے ایسے فداکاران اسلام ہی کسہارا ہے جو اپنے سینوں میں تبلیغ اسلام کی تڑپ اور خدمت دین کا درد و احساس رکھتے ہوں۔
ہم ان مسلمانوں سے پوچھنا چاہتے ہیں جو تبلیغ دین اور خدمت اسلام کا سچا جذبہ اپنے سینوں میں رکھتے ہیں جو دنیا میں اس لئے آئے ہیں
کہ کفر و شرک کی طاغوتی طاقتوں اور شیطانی قوتوں کو پاش پاش کر کے خدا کی حکومت قائم کر دیں اور جو اسلام کی حمایت و حفاظت
میں اپنا جان مال سب کچھ قربان کر دینے کے خوگر ہیں کہ جہاں ہم جریدہ کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کر رہے ہیں وہاں آپ بھی اپنے
فرض سے غافل نہ رہیں ہم دیکھیں گے کہ کتنے مسلمان اللہ کے نام پر شمس الاسلام کی امداد و توجہ کی طرف دست کرم بٹاتے ہیں۔
شمس الاسلام کے موجودہ سائز یا حجم میں کمی یا بیشی کا انحصار تعداد اشاعت پر ہے اگر معاونین نے ہماری اپیل پر صدقہ
لیکھ بلند کی تو انشاء اللہ جریدہ کی حالت بہتر ہوتی جائے گی پ (میخبر)

بیاوکار حضرت جامع الشریعت
وہدایت قدوس السکینہ فی
مولانا محمد اکرم صاحب بگوی
نور اللہ مرقہ

سرپرستی حضرت رئیس
المبلغین مولانا محمد نصیر الدین
صاحب بگوی رحمۃ اللہ علیہ
جاری کیا گیا

حزب الانصار بھیرہ (پنجاب)

(اللہ کے دین کے مددگاروں کا گروہ)

۱) اندرونی و بیرونی حلوں سے اسلام کا تحفظ، تبلیغ و اشاعت اسلام
۲) اصلاح رسوم یا تبارع شریعت اسلامیہ، احیاء و اشاعت علوم دینیہ۔

اغراض و مقاصد

رقیہ کار

۱) جریدہ "شمس الاسلام" کا اجراء ۲) دارالعلوم عزیزیہ جامع مسجد بھیرہ جو اپنے مختلف شعبوں نصاب
نصاب التکمیل دارالمبلغین عربک کالج تعلیم القرآن کے ذریعے اسلام کی بہترین خدمت انجام دے رہا ہے
۳) مبلغین کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں اسلامی زندگی پیدا کی جا رہی ہے ۴) سالانہ عظیم الشان کانفرنس ۵) امیر حزب الانصار کا
مبلغین کے ہمراہ سالانہ تبلیغی دورہ ۶) یتیم خانہ ۷) کتب خانہ ۸) جامع مسجد بھیرہ کی عزت و تعمیر ۹) مسلم نوجوانوں کی تنظیم۔

جریدہ کے قواعد و ضوابط

۱) جو صاحب حزب الانصار بھیرہ کو کم از کم پانچ روپے ماہانہ عطائ فرمائیں گے وہ سرپرست مقرر ہوں گے ایسے صاحب کے نام "جریدہ شمس الاسلام"
میں شائع ہوں گے، ایسے حضرات کی سفارش پر ۲۵ امامان مساجد، غریب یا طلباء کے نام جریدہ بلا معاوضہ جاری کیا جائیگا
پانچ روپیہ سے کم اور ایک روپیہ سے زیادہ جو صاحب ماہوار رقم عطائ فرمائیں گے وہ معاونین میں شمار ہوں گے اور انکی سفارش پر
۱۰ امامان مساجد، غریب یا مفلس طلباء کے نام رسالہ جاری کیا جائیگا معاونین کے اسماء بھی شکر یہ کیساتھ درج کئے جائیں گے۔
۲) ارکان حزب الانصار کے نام جریدہ مفت بھیجا جاتا ہے چندہ رکینیت کم از کم چار آنہ ماہوار یا تین روپیہ سالانہ مقرر ہے۔
۳) عام سالانہ چندہ عام مقرر ہے۔ نمونہ کا پرچہ تین آنہ کے ٹکٹ موصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے۔
۴) رسالہ باقاعدہ جانچ پڑتال کے بعد بذریعہ ڈاک بھیجا جاتا ہے اکثر رسائل راستہ میں تلف ہو جاتے ہیں ان کی طرف سے
جہنہ کے اخیر تک اطلاع موصول ہونے پر دوبارہ بھیجا جاتا ہے اطلاع نہ ملنے کی صورت میں دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔
جملہ خط و کتابت و ترسیل ذربنام

مینجر رسالہ شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب) ہونی چاہئے

سُرخ پُسل کا نشان { یہاں ان حضرات کے پرچہ پر سُرخ پُسل کا نشان لگایا گیا ہے جنکی میعاد اس پرچہ کیساتھ
ختم ہو چکی ہے ان حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ آئندہ سال کا سالانہ چندہ
بذریعہ منی آرڈر جلد روانہ فرمائیں اگر خدا نخواستہ کسی وجہ سے آئندہ خریداری کا ارادہ نہ ہو تو بذریعہ پوسٹ کارڈ ہمیں پہلی
فرصت میں مطلع کریں، خاموشی سے شمس الاسلام کو نقصان پہنچتا ہے۔ (غلام حسین مینجر شمس الاسلام)

مقالہ

قوموں کے زوال اور اس کے اسباب

(از حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بگومی)

فَاَخَذَ اللَّهُ
بِذُنُوبِهِمْ اِنَّ اللَّهَ
قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ
ذَلِكَ بِاَنَّ اللَّهَ لَمْ
يَكْ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً
اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ
حَتّٰى يُغَيِّرَ وَاَمَّا بِاَنفُسِهِمْ
وَ اِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

منکر ہوئے۔ تو اللہ نے
ان کے گناہوں پر پکڑا۔
بے شک اللہ قوت والا
سخت عذاب والا ہے۔
یہ اس لئے کہ اللہ کسی قوم
سے جو نعمت اسے دی تھی بدلتا
نہیں جب تک وہ خود نہ بدل
جائیں۔ اور بے شک اللہ سنتا
اور جانتا ہے۔

قرآن مجید کی ان تصریحات کی روشنی میں
یہ امر واضح ہو جاتا ہے۔ کہ رب العالمین کسی قوم
کو ہلاک نہیں کرتا جب تک وہ قوم اپنی تباہی
کے سامان خود فراہم نہ کر لے۔ تمام مفسرین
ان آیات کی یہی تفسیر کرتے ہیں۔ مگر افسوس ہے
کہ عہد حاضر کے اکثر مصنفین۔ شعرا اور لیکچرار
صاحبان بڑے زور سے آیت مذکورہ کا مطلب
یہ بیان کیا کرتے ہیں کہ

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا
حالانکہ قرآن کی اس آیت کا یہ مطلب بیان کرنا
سراسر غلط ہے۔ اور صریح طور پر تفسیر بالرائے
ہونے کی وجہ سے اس کا بیان کرنے والا مستحق

دنیا میں قومیں بنتی رہیں۔ اور بگڑتی رہیں۔
قوموں کی تباہی ان کے اپنے اعمال سوء کی بنا پر
ہوتی رہی۔ جب تک کسی قوم کی اجتماعی حیات منصف
اور خرابیوں سے پاک ہے۔ اور اس کے دل و دماغ
صحیح راستہ پر چل رہے ہیں۔ وہ قوم تباہ نہیں
ہو سکتی۔ اس بارہ میں رب العزّة اپنا قانون بیان
فرماتے ہیں کہ:-

اِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا
يَقُومُ حَتّٰى يُغَيِّرَ وَاَمَّا
بِاَنفُسِهِمْ وَاِذَا
اَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا
فَلَا مَرَدَّ لَهُ وَ مَا
لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ
وَال -

بے شک اللہ کسی قوم سے
اپنی نعمت نہیں بدلتا جب
تک وہ خود اپنی حالت نہ
بدل دیں۔ اور جب اللہ
کسی قوم کی بُرائی چاہے تو
وہ پھر نہیں سکتی۔ اور
اس کے سوا ان کا کوئی

(سورہ حدید پارہ ۱۳ رکوع ۸) حمایتی نہیں۔

اس آیت کی مزید تشریح کے لئے قرآن مجید
کے ایک اور مقام کو پیش کیا جاتا ہے۔ پارہ ۱۰
سورہ انفال رکوع ۳ میں احکم الحاکمین ارشاد
فرماتے ہیں:-

كَذٰلِكَ اَبٰى فِرْعَوْنُ
وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
كَفَرُوْا بِآيَاتِ اللّٰهِ

”جیسے فرعون کی قوم اور
اس سے پہلوں کا دستور۔
وہ اللہ کی آیتوں سے

وعید ہے۔

اس آیت میں بیان کردہ اہل قانون اقوام کے ذوال سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس کا تعلق کسی قوم کی ترقی و خوشحالی سے نہیں۔ اس آیت کا سیاق و سباق اور سورہ انفال کی آیت نے اس کا مطلب ایسا واضح کر دیا ہے۔ کہ کسی کے لئے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ لہذا واعظ۔ مبلغ۔ اور نیکچار صاحبان اور مصنفین کے لئے ضروری ہے۔ کہ قرآن مجید کی کسی آیت کا مطلب بیان کرتے وقت احتیاط اور تقویٰ پر عمل پیرا ہوں۔ اور معتبر تفاسیر کا مطالعہ کر کے قرآن مجید کے اصلی مفہوم سے مطلع ہونے کی سعی فرمایا کریں۔ آج کل کے "مفسرین" کے بیان کردہ معانی پر بلا تحقیق اعتبار نہ کیا کریں۔

ذکرۃ الحدیث

(۲)

فرقہ ناجیہ کی علامات

۱۔ تفتقر امتی علی ثلاث
وسبعین ملة کلھم
فی الناس الاملة وانی
قالوا من حی یا رسول اللہ
قال ما انا علیہ واصحابی
(ترمذی شریف)

فرمایا جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر عمل پیرا ہوگا۔

۲۔ وفی رواية احمد وابی
داود عن معاوية ثنتان
وسبعون فی الناس وواحدة
فی الجنة وھی الجماعة
علیہ وسلم نے فرمایا ۷۲ (فرقہ)

(مشکوٰۃ شریف) دوزخ میں جائیں گے اور ایک

گروہ جنت میں جائے گا جو جماعت کہلائے گا۔ (یعنی جس کی جماعت کثیر ہوگی)

۳۔ ان اللہ لا یجمع
امتی علی ضلالة و
مد اللہ علی الجماعة
فانہ من شذن شذن
فی الناس (ابن ماجہ)

۴۔ اتبعوا السواد الاعظم
فانہ من شذن شذن
الناس (ابن ماجہ)

۵۔ علیکم بالجماعة
والعامۃ (رواہ احمد)

ہم نے تبرکاً پانچ احادیث اپنے دعویٰ کے اثبات کے لئے درج کی ہیں۔ ان سے ظاہر ہے کہ امت محمدیہ کئی فرقوں میں منقسم ہو جائے گی۔ مگر فرقہ ناجیہ صرف ایک ہی ہوگا۔ اور فرقہ ناجیہ کی علامات حسب ذیل ہوں گی :-

۱۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور صحابہ کرام کے طریقہ کا پیرو ہوگا۔

۲۔ وہ جماعت کے نام سے موسوم ہوگا (واضح ہو کہ اہل سنت کے گروہ کو دوسرے فرقے اہل جماعت کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ خصوصاً شیعوں کے ہاں اہل جماعت سے مراد سنی ہی ہیں)

۳۔ اس کی تعداد کثیر ہوگی۔

۴۔ وہ بجاۃ تعداد دوسرے تمام فرقوں کے مقابلہ میں سب سے بڑا ہوگا اور وہ فرقہ کے بجائے سواد الاعظم کہلانے کا مستحق ہوگا (صاحب مرقاة فرماتے ہیں السواد الاعظم یعبر بہ عن الجماعة الکثیرۃ والمراد ما علیہ المسلمین)

۵۔ اس فرقے کے عقائد و اعمال کو عامۃ المسلمین کے اعمال و عقائد کہا جائے گا۔ یعنی دنیا والوں اور غیار کی نظر میں اسی گروہ کے عقائد کو اسلام کے عقائد سمجھا جائے گا۔

مندرجہ بالا تصریحات کی روشنی میں یہ امر روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ اہل سنت کے سوا اور کسی فرقے میں یہ علامات پائی نہیں جاتیں۔ لہذا اہل سنت ہی وہ فرقہ ہے جو جنت کا مستحق ہے۔

ابوداؤد شریف میں اور مسند احمد میں حضرت عمر بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

لا تزال طائفة من امتی	میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ
یقاتلون علی الحق ظاہرین	حق کے لئے جہاد کرتا رہے گا
علیٰ من ناواہم حتیٰ	اور (حق) کے مخالفین پر
یقاتل آخرہما المسلم	غالب رہے گا یہاں تک کہ
الدجال	ان کا آخری گروہ دجال سے
مقاتلہ کرے گا۔	

نیز مسلم شریف میں حضرت جابر بن سمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

لن یبوح هذا الدین قائماً	یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا۔
یقاتل علیہ عصابة من	مسلمانوں کی ایک جماعت اس
المسلمین حتیٰ تقوم الساعة	کیلئے قیامت تک جہاد کرتی
رہے گی۔	

اس حدیث کے متعلق حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

واختلف فی تعیین مصداقہ وکل ادعی بما بعد الہ قلت کیف مع انہ منصوص فی الحدیث وہم المجاہدون فی سبیل اللہ ثم رأیت عن احمد

رحمہ اللہ ان تلك الطائفة ان لم تكن من اهل السنة والجماعة فلا ادري من هي ؟ وليرأى انهم مرادہ لانك قد علمت انها المجاہدون بنص الحدیث ولا يمكن عنہ الغفلة لمثل احمد رحمہ اللہ فكيف قال انها اهل السنة والجماعة ؟ ثم بدألی مرادہ وهو ان المجاہدين ليسوا الا من اهل السنة فعلت انہ عینہم من تلقاء جہادہم لا من جهة عقائدہم ويشهد له التاريخ فانه لم يوفق للجهاد احد غیر تلك الطائفة واكثر تخریب السلطنة الاسلامیہ كان علی ایدی الروافض خذلہم اللہ ولعنہم۔ (فیض الباری شیح بخاری جلد اول)

مطلب۔ لا تزال طائفة الخ میں طائفہ یعنی گروہ سے کون گروہ مراد ہے۔ اس کی تعیین میں اختلاف ہوا ہر ایک نے اپنے خیال کے مطابق دعویٰ کیا۔ میں اس اختلاف پر متحیر تھا کہ حدیث کے الفاظ کی رو سے وہ گروہ مجاہدین فی سبیل اللہ کا ہے۔ لہذا اس نص کے ہوتے ہوئے اس کا مصداق تلاش کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ پھر میں نے حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول پر کہ اس سے مراد اہل السنۃ والجماعۃ ہی ہیں غور کیا میں حضرت امام احمد کے اس قول کو سمجھنے سے قاصر رہا کیونکہ نص حدیث کے رو سے مجاہدین ہی مراد لئے جا سکتے تھے۔ میں حیران تھا کہ امام احمد جیسے جلیل القدر بزرگ اس سے اہل سنت والجماعۃ کا گروہ کیسے مرا لیتے ہیں۔ آخر کار غور و فکر کے بعد مجھ پر اصل حقیقت کا انکشاف ہوا۔ کہ اہل سنت کے سوا اور کسی فرقے میں مجاہدین کا وجود ہی نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ امام احمد نے عقائد کی بنا پر نہیں بلکہ صفت جہاد کی بنا پر ہی اہل سنت کو اس گروہ کا مصداق قرار دیا ہے۔ اور تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ اہل سنت کے سوا اور

کسی فرقہ کو جہاد فی سبیل اللہ کی توفیق عطا نہیں ہوئی
اور سلطنت اسلامیہ کے اکثر حصہ کی تخریب کا باعث
روافض ہی ہیں۔ (۱-۵)

سینزدہ صدیہ تاریخ کا فیصلہ - اسلام کی سیر

گواہ ہے کہ روئے زمین پر ایک بالشت بھر میں ایسی
نہیں جس پر کسی غیر سنی کے ہاتھوں علم اسلام نصب ہوا
ہو۔ اسلام کے لئے جہاد و قتال کا فخر صرف اہل سنت
کو حاصل رہا۔ اور اب بھی سنیوں کو ہی حاصل ہے۔
اور قیامت تک یہی گروہ اس خاص صفت کا حامل
رہے گا۔ حجاز۔ یمن۔ نجد۔ حضرموت۔ عراق۔ شام۔
فلسطین۔ طرابلس الغرب۔ مصر۔ ٹیونس۔ الجزائر۔ مراکو
سپین۔ جنوبی فرانس۔ سسلی۔ کریٹ۔ قبرص۔ رڈوس
اناطولیہ۔ کاکیشیا۔ کریمیا۔ جنوب مشرقی یورپ۔
ایران۔ افغانستان۔ ہندوستان۔ ترکستان۔ جزائر
مالدیو۔ جاوا۔ سماٹرا۔ بورنیو۔ چین۔ افریقہ غرض دنیا
کے ہر حصہ میں اسلام کی شمع ہاتھ میں لے کر اہل سنت
پہنچے۔ انہوں نے دنیا بھر کو اسلام سے روشناس کیا
مخالفین و معاندین اسلام کی حشمت و شوکت کو اپنے
زور بازو سے کچل کر رکھ دیا۔ اسلام میں کئی فرقے
ہوئے۔ مگر لوگ اسلام کی علمبرواری کی توفیق خداوند
کریم کی طرف سے صرف سنیوں کو ہی حاصل رہی۔
اور اس حدیث کے وہی مصداق قرار پائے۔ اسلامی
فاتحین و شجاعان اسلام میں ایک بھی ایسا نہیں

جس کا اہل سنت کے فرقہ سے تعلق نہ ہو۔ صحابہ کرام
کے مقدس دور کے بعد موسیٰ بن نصیر۔ طارق بن
زیاد۔ ابن قتیبہ۔ مہلب۔ محمد بن قاسم۔ سلاطین اندلس
الپ ارسلان۔ محمود غزنوی۔ شہاب الدین غوری
سلاطین آل عثمان۔ صلاح الدین ایوبی۔ بایزید
یلدرم۔ سلطان محمد فاتح۔ وغیرہ جس قدر نامور
مجاہدین گذرے ہیں۔ تمام سنی ہی تھے۔ فالحمد للہ
علیٰ ذلک۔

البتہ اہل سنت کے سوا دوسرے فرقوں میں ایسے
اشخاص ضرور گذرے ہیں۔ جو اگرچہ شجاع تھے۔ بہادر
تھے۔ فاتح تھے۔ مگر انہوں نے کفار سے مقابلہ کے
بجائے مسلمانوں سے ہی جنگ کی۔ اور قوائے
اسلامیہ کو پارہ پارہ کر دیا۔ مثلاً عبید اللہ مہدی
افریقہ۔ عباس صفوی۔ ابوطاہر قمر مطی۔ اسماعیل
صفوی وغیرہم۔ بلکہ یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے۔ کہ
مسلمانوں کا ایک ملک بھی ایسا نہیں جو ان کے
ہاتھ سے کفار نے غیر سنی فرقوں کی اعانت کے
بغیر چھینا ہو۔

انشاء اللہ کسی آئندہ اشاعت میں یہ امر
تاریخ کی مستند کتب کے حوالوں سے روز روشن
کی طرح واضح کیا جائے گا۔

وَمَا تَقْضِيهِ إِلَّا اللَّهُ

تایخ صبر

اسلامی فاتحین جزیرہ کریٹ

(از مولانا سیف الرحمن صاحب اللہی)

جزیرہ کریٹ پر جرمنوں کا تسلط اور برطانوی فوجوں کے ساتھ خونریز جنگ موجودہ جنگ کا ایک اہم واقعہ ہے۔ اس لئے آج ہم جزیرہ کریٹ کی گذشتہ تاریخ سے قارئین کو روشناس کرنا چاہتے ہیں۔

جزیرہ کریٹ قدیم ترین جزیروں میں سے ہے۔ مشہور یونانی شاعر ہومر نے بھی ولادت حضرت مسیح علیہ السلام سے ایک ہزار سال پہلے اس کا ذکر کیا ہے۔ اس جزیرہ کے اصلی باشندے یونانی تھے۔ وقتاً فوقتاً بعد میں آنے والے تجارتی وغیرہ سے ان کی نسل مخلوط ہو گئی۔

نوار د تجارتی اکثر ایشیائی تھے۔ ابتداء میں کسی مستحکم حکومت کے قائم نہ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ طوائف الملوک و بدامنی کا دورہ رہا۔ سب سے پہلے مشرقی مینوس نامی ایک شخص نے باقاعدہ حکومت کی داغ بیل ڈالی۔ اس نے وسط جزیرہ میں کتوسوس کو اپنا دار الخلافہ بنایا۔ مینوس کی حکومت کو ہر اعتبار سے صحیح معنی میں حکومت کہا جاسکتا ہے۔ اس نے اپنی رعایا میں علوم و فنون خصوصاً فن جہاز رانی کو رواج دیا اس نے اپنی سلطنت کو ساحل ایشیا تک وسعت دی۔

بحیرہ روم کے جزیروں پر اسی کا سکہ رائج ہوتا گیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی سلطنت بام ترقی کے انتہائی مدارج تک جا پہنچی۔ لیکن اس کی موت کے بعد ہی کریٹ کا شمار تاباں غروب ہونے لگا۔ اسکی آنکھیں

بند کرتے ہی سلطنت دوسروں میں منقسم ہو گئی اور ایک طویل عرصہ تک ان میں جدال و قتال کا بازار گرم رہا۔ اور کریٹ کے باشندے لڑ لڑ کر تباہ ہوتے گئے۔ حکومت کا انتظام بگڑ گیا۔ رعایا کمزور و ناتواں ہوتی گئی۔ لیکن پھر بھی بارہویں صدی قبل مسیح تک ان کی اپنی حکومت رہی۔ گیارہویں صدی قبل مسیح میں یونان نے کریٹ پر قبضہ کر لیا لیکن یونانی حکومت بھی ان کو مطمئن نہ کر سکی۔ ملک میں بدامنی پھیل گئی۔ ہر طرف شورشیں مچا رہی تھیں یہ حالت تادیر قائم نہ رہی۔ داخلی بدامنی کی وجہ سے پڑوس کی عظیم الشان حکومت دولت روم کی غلابی نگاہیں کریٹ پر مدت سے اٹھ رہی تھیں۔ آخر کار سلسلہ قیام میں نہایت آسانی سے بغیر کسی زیادہ مزاحمت کے کریٹ پر رومیوں نے قبضہ کر لیا رومی عہد میں بھی کریٹ والوں کو کوئی خاص فائدہ نہ پہنچا۔ ہاں رومیوں نے پہلی صدی عیسوی میں دین مسیحی کا رواج ضرور دیا۔ جب سلطنت روم مشرقی اور غربی دو حصوں میں تقسیم ہوئی تو کریٹ مشرقی سلطنت کے حصہ میں آیا۔ ساتویں صدی عیسوی میں جب اسلام کا ظہور ہوا۔ اور معاً چاروں طرف اسلامی فتوحات کا بے پناہ سیلاب پھیلنا گیا۔ تو عربوں کی نگاہیں بھی بار بار جزیرہ کریٹ کی طرف اٹھیں۔

کشتیوں کو خلیج سوڈا میں لنگر انداز کیا اور یہ مٹھی بھر جماعت خدا کا نام لے کر ساحل کریٹ پر اتر پڑی اور کھلے بندوں باغات شہروں اور بستیوں میں گھومنا شروع کر دیا۔ کسی کو ان کے روکنے یا منع کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

سیر و تفریح سے فارغ ہو کر جب اپنی کشتیوں کی طرف واپس لوٹے تو یہ دیکھ کر ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ سب کی سب کشتیاں جل کر راکھ ہو چکی ہیں۔ ایک کشتی بھی صحیح و سلامت نہیں۔ یہاں پہنچ کر انہیں معلوم ہوا کہ کشتیوں کو جلانے والا کریٹ کا کوئی باشندہ نہیں بلکہ خود ان کا اپنا امیر کعب یا ابوکعب ہے۔ یہ لوگ اس کی اس حرکت سخت مشتعل ہوئے۔ اور اس کے قتل کی تدبیریں سوچنے لگے۔ کچھ لوگ اسے پاگل یا مجنون تک کہنے لگے۔ جب اس جماعت کا جوش انتہا کو پہنچنے لگا تو کعب نے اٹھ کر ایک تقریر کی کہ "اے میرے سپاہیو اور غازیو! میرے اس فعل کو تمہیں برا نہ منانا چاہیے میں نے تو تمہیں ایسی سرزمین میں پہنچا دیا ہے کہ جہاں سے تمہیں دودھ، شہد اور باقی ہر قسم کی اشیاء بکثرت ملیں گی۔ یہاں ٹھہر کر اپنے سفر کی کوفت دور کرو۔ اور اپنے وطن اصلی کو اصلاً بھول جاؤ۔ اب تمہارا یہی وطن ہے۔ واپس جانے کا خیال دماغ سے اتار پھینکو ع

ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدا ماست

کعب کی اس تقریر نے مجاہدین کے دل گرما دیئے۔ اور ان میں ایک تازہ روح پھونک دی۔ بعض لوگ کہنے لگے کہ ہم اپنی بیبیوں اور اولاد کو کیسے بھولیں جو پیچھے اندلس میں چھوڑ آئے ہیں۔ کعب نے جواب دیا کہ جس خداوند تعالیٰ نے تمہیں پہلے بیبیاں اور

آخر کار ۸۲۵ء میں کریٹ پر عربوں نے قبضہ کر لیا۔
اسلامی حملہ آوروں کی پہلی جماعت نے فتح
 جزیرہ کریٹ کے جو اسباب بیان کئے ہیں وہ دلچسپی سے خالی نہیں۔ جب اندلس (سپین) پر بنی امیہ نے عظیم الشان سلطنت قائم کرنی تو کچھ عرصہ گزرنے کے بعد بنی امیہ کے کچھ لوگ بوجہ اسباب غیر معلومہ اندلس میں رہنے سے اُداس سے ہو گئے۔ حب وطن نے انکے دلوں میں جوش مارا۔ یہ جماعت صرف بیس کشتیوں میں سوار ہو کر اپنے سردار کعب یا ابوکعب کی زیرکمان نیت جہاد اپنے موروثی ملک (اندلس) سے روانہ ہوئی۔ چونکہ ان لوگوں کی تعداد بہت کم تھی۔ اس لئے کفار سے باقاعدہ جہاد کا حوصلہ بھی نہ تھا۔ راستے میں اگر کوئی دشمن کا جہاز مل گیا تو اس سے مٹھ بھڑ ہو گئی۔ یا کسی ساحلی بستی پر جا پڑے اور وہاں سے خورد و نوش کی اشیاء حاصل کر لیں۔

ان دنوں امویوں اور عباسیوں میں لڑائیاں شروع تھیں۔ تمام عرب پر خلیفہ مامون کا تسلط تھا۔ امویوں پر سرزمین عرب کا رہنا ناممکن کر دیا گیا تھا۔ آخر کار تقدیر ان مجاہدین کی مختصر سی جماعت کو ساحل مصر پر کھینچ لائی۔ یہ لوگ اسکندریہ میں داخل ہوئے لیکن عباسی حکومت میں ان امویوں کا رہنا محال تھا یہ لوگ پھر کسی طرف نکل جانے پر مجبور ہوئے۔ قیام اسکندریہ کے دوران میں اس جماعت میں ایک گنا اور اضافہ ہو گیا۔

یہ لوگ اسکندریہ سے چالیس کشتیوں میں سوار ہو کر بحیرہ روم کے مختلف جزائر کا طواف کرتے ہوئے جزیرہ کریٹ کے ساحل کے پاس سے گزرے۔ یہ جزیرہ اپنی سرسبز و شادابی کی وجہ سے انہیں پسند آیا۔ اپنی

قدم کی برکت سے اس وقت بھی دس ہزار کے قریب مسلمان آباد ہیں۔

کریٹ پر رومیوں کا دوبارہ تسلط - ۱۹۷۱ء

بنداد پر خلیفہ معتصم اور قسطنطنیہ رومانوس دوم کی حکومت تھی۔ رومی جرنیل نسیوفورس نے جس کو عرب نفقور کہہ کر پکارتے ہیں۔ جزیرہ کریٹ پر حملہ کیا۔ اور ساحل پر اترتے ہی شہر کندک کا محاصرہ کر لیا۔ جب محاصرے کو سات ماہ گذر گئے۔ اور محصورین کے پاس کھانے کو کوئی چیز باقی نہ رہی تو مجاہدین نے شہر سے نکل کر آخری حملہ کر دیا۔ اور اس میں وہ جو ہر مردانگی دکھائے کہ جس کی یاد آج تک رومیوں کے دلوں سے محو نہیں ہوئی۔ عربوں نے اس وقت تک متحصر نہ رکھے جب تک کہ ان کے آخری سپاہی نے بھی جہم شہادت نوش نہ کر لیا۔

چوتھی صلیبی لڑائی میں رومیوں نے یہ جزیرہ کونفیا مارکس منفورٹ کو بخش دیا۔ اور اس نے ۱۲۲۷ء میں تمام جزیرہ فوجی سرداروں کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ انہوں نے جزیرہ میں اپنے ۴۵ خاندان بسائے۔ اور جزیرہ کی ترقی میں کافی دلچسپی لی۔

کریٹ پر سلاطین آل عثمان کا قبضہ - ۱۶۴۵ء

ترکوں نے جزیرہ کریٹ پر چڑھائی کر دی۔ اور سب سے پہلے شرخانیاء ۵ دن کے محاصرہ کے بعد فتح کر لیا۔ پھر آگے بڑھے ۲۴ سال کے عرصہ میں پورے کریٹ پر ان کا قبضہ ہو گیا۔ اس محاذ میں دو لاکھ سے زیادہ آدمی کام آئے۔ ۱۶۹۹ء میں کریٹ باقاعدہ طور پر دولت عثمانیہ سے ملحق کر دیا گیا۔ کچھ باغی پہاڑوں میں پناہ گزین ہو گئے۔ جو کبھی کبھی اپنی پناہ گاہوں سے نکل کر بد امنی

ان کے اولاد عطا کی اور تمہیں ہر قسم کی نعمتوں سے نوازا وہ خدا تمہیں اس اجنبی ملک میں بھی دوبارہ عطا کر سکتا ہے۔ اپنے پہلے اہل و عیال کا خیال ترک کر دو ان کا خدا حافظ و نگہبان ہے۔ اب تمہیں اسی ملک میں رہنا اور یہیں مرنے ہے۔ اسی ملک کی عورتوں سے شادیاں کر لو۔ دراصل کعب نے ہی سب کشتیاں جلا دی تھیں۔ تاکہ یہ لوگ واپس لوٹنے کا خیال ترک کر دیں اور کریٹ کی فتح کے سوائے اور تمام خیالات انکے دماغ سے نکل جائیں۔ اور جی توڑ کر کفار کا مقابلہ کریں۔ اور تخت یا تختہ کا نقشہ ان کے سامنے رہے کریٹ کی فتح۔ اس مٹھی بھر جماعت نے سوڈا سے مشرق کی طرف آگے بڑھ کر

ایک قلعہ تعمیر کیا اور اس کے گرد ایک گہری خندق کھود دی اور خندق کے باہر اپنے رہنے کے لئے مکانات اور بالا خانے بنائے۔ آخر یہ شہر ترقی کرتا کرتا ایک بہت بڑا شہر بن گیا خندق کی مناسبت سے اس شہر کا نام بھی خندق ہی رکھا۔ یونانی اپنے لب و لہجہ کے مطابق اسے کندک یا کندکس (Candace) کہتے تھے۔ پھر ذرا کثرت استعمال سے کندک سے یہ کندیہ ہو گیا۔ اور اسی کو عربوں نے اپنا دار السلطنت بنایا۔ جو کہ آج تک بھی صدر مقام ہے۔ اور کندیہ کے نام سے ہی موسوم ہے۔ کبھی کبھی اس جزیرہ کو بھی اس کے نام سے یعنی جزیرہ کندیہ کہہ دیتے ہیں۔

یہاں عربوں نے اپنا فوجی مرکز قائم کیا۔ اور یہاں سے نکل کر تمام جزیرہ پر قابض ہو گئے۔ ان کی حکومت ایک سو پچیس سال تک رہی۔ اس اثنا میں ان کی نسلیں کریٹ کے اصلی باشندوں سے ممتاز ہو گئیں اور اسلام جزیرہ کے طول و عرض میں پھیل گیا۔ کریٹ کی کل آبادی ۱۹۲۱ء ۲۹۴۱ ہے جس میں ان مجاہدین کے

کا موجب ہو جاتے۔ آخر کار محمد علی پاشا نے ۱۸۲۳ء میں مصر سے ان ڈاکوؤں کی سرکوبی کے لئے ایک لشکر جرّار روانہ کیا جس نے مکمل طور پر باغیوں کا خاتمہ کر دیا۔ ۱۸۳۰ء میں سلطان المعظم نے یہ جزیرہ محمد علی پاشا کو ہی بخش دیا۔ اور کریٹ کا الحاق مصر سے ہو گیا۔ لیکن ۱۸۴۰ء میں کریٹ میں دولت عثمانیہ کے خلاف اصلاحات کے مطالبہ میں شورش پھیلی۔ جو کہ ۱۸۶۶ء میں خطرناک صورت اختیار کر گئی۔ ۱۸۶۸ء میں اس بیجان عظیم کا خاتمہ معاہدہ ہلبیہ پر ہوا۔ اسی سال ۲۰ نومبر کو کریٹ میں اصلاحات جدیدہ کے مطابق مجلس عوام

مجلس الامہ قائم کر دی گئی۔ مگر یہ اصلاحات کریٹ والوں کو مطمئن نہ کر سکیں جس کی وجہ سے پھر بد امنی پھیل گئی۔ آخر کار دول یورپ نے مداخلت کی اور ۱۸۹۶ء میں مکمل طور پر جزیرہ کریٹ ترکوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور اس وقت سے ۱۹۲۴ء تک یونانیوں کی حکومت اس میں قائم رہی آخر کار مئی ۱۹۲۴ء میں جرمنوں نے اپنے ہزار ہا سپاہی ہوائی جہتڑیوں کے ذریعہ سے اتار دیئے اور خونریز جنگ کے بعد وہاں سے برطانوی و یونانی فوجوں کو نکلنے پر مجبور کر دیا ابھی تک کریٹ جرمنوں کے قبضہ میں ہے اور کہا جاتا ہے کہ ملک کے اندرونی حصوں میں ابھی تک یونانی چھاپہ دستے

اسلام اور قربانی

(مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کے قلم سے)

کیا گیا ہے اور مسلمانوں کے نفسیات کا جو حال اس زمانہ میں ہم دیکھ رہے ہیں۔ اس کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم کو خوف ہے کہ ہزاروں مسلمان اب تک اس فریب میں مبتلا ہو چکے ہوں گے۔ اور اگر ان کا تدارک نہ کیا گیا تو آگے چل کر نہ معلوم اور کتنے مسلمان اسکے شکار ہوں۔

اس جماعت کی جو تحریریں ہماری نظر سے گذری ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی پران کو تین حیثیتوں سے اعتراض ہے :-

ایک یہ کہ قربانی ان کے نزدیک رسوم جاہلیت میں سے ایک رسم ہے جس کو مولویوں نے محض جہالت کی بنا پر ایک اسلامی طریقہ قرار دے لیا ہے۔ چنانچہ ان کے گروہ کا ایک مصنف قربانی کے متعلق اپنی

پچھلے سال عبید احمی کے موقع پر پنجاب سے ایک شائع ہو اتھا جس میں قربانی کو ایک بے محل، بے معنی، فضول بلکہ مضرا و مسرفانہ رسم قرار دیا گیا تھا اور مسلمانوں کو مشورہ دیا گیا تھا کہ ”ارض غیری زرع کی اس نام نہاد سنت“ کو چھوڑ کر اس روپے کو جو قربانی میں ”ضائع“ کیا جاتا ہے۔ قومی ادارات کی اعانت یتیموں اور بیواؤں کی پرورش اور بیروزگاروں کو روزگار فراہم کرنے میں صرف کریں۔ معلوم ہوا کہ یہ اشتہار کثیر تعداد میں شائع کیا گیا ہے۔ اور اس جماعت نے اس چیز کو اپنی تبلیغ کا ایک مستقل جزو بنا لیا ہے۔ کہ ہر سال بقرہ عید کے موقع پر مسلمانوں کو قربانی سے باز رہنے کی تلقین کریں ہم نہیں کہہ سکتے کہ اب تک ان لوگوں کی کوششیں کس قدر بار آور ہوئی ہیں۔ لیکن تبلیغ کا ہوا انداز اختیار

”تحقیق انیق“ ان الفاظ میں پیش کرتا ہے کہ ”قربانی کی رسم تمام دنیا کی وحشی و مدنی قوموں میں تھی۔ آج سوائے مسلمانوں کے کوئی ان کو نہیں کرتا“

دوسرے یہ کہ معاشی حیثیت سے وہ اس کو نقصان دہ سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ جو روپیہ بکرے کی گردن پر چھری پھیرنے میں صرف کیا جاتا ہے وہ بالکل ضائع ہو جاتا ہے۔ اس کے بدلہ میں کوئی عقلی یا مادی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

تیسرے یہ کہ ان کو قرآن میں قربانی کا حکم ہمیں نظر نہیں آیا۔ رہی سنت تو اس سے انکار کر دینا ان کے نزدیک ہر چیز سے زیادہ سہل ہے اور اس کو رد کرنے کا مسلک اختیار رہی اس لئے کیا گیا ہے۔ کہ اسلام کے جس حکم پر غیر قوموں کو اعتراض ہو یا جس حکم کی مصلحت خود اپنی سمجھ میں نہ آئے اس کو آسانی کے ساتھ دائرہ دین سے خارج کیا جاسکے۔

چونکہ یہ اعتراضات ایسے لوگوں کی طرف سے پیش کئے گئے ہیں جو اپنے آپ کو ”مسلم“ کہتے ہیں۔ اور قرآن کو حجت قطعی ”مانتے“ ہیں۔ اسلئے ہم قرآن ہی سے قربانی کے احکام بیان کریں گے۔ اور قرآن ہی سے یہ بھی بتائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے کن مصالح کی بنا پر عبادت کے مخصوص طریقوں میں قربانی کو شامل فرمایا ہے۔

قرآن مجید میں قربانی کے جو احکام دیئے گئے ہیں ان کو تین اقسام پر منقسم کیا جاسکتا ہے۔

ایک قسم کی قربانی وہ ہے جو مناسک حج میں سے ایک خاص نسک ہے۔ اس کے متعلق ارشاد ہے :-

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ وَآذَنَ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَا تَوَكَّلْ عَلَيَّ لَا يَلِيَكَ إِلَهُ دِينٍ عَلَيَّ كُلِّ صَامِرٍ تَابِعِينَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

دور دراز سے تیرے پاس میل اور ہر طرح کی ذیلی سواروں پر آئیں۔ یہ اس غرض کیلئے ہے کہ وہ اپنے حق میں منافع دیکھیں اور چند معلوم دنوں میں ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو بخشے ہیں پھر

تم ان جانوروں میں سے خود بھی کھاؤ اور تنگ دست فقیر کو بھی کھلاؤ“ (الحج : ۴۷)

جیسا کہ آیت کے الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے حج قائم کرنے کا یہ حکم بنائے کعبہ کے ساتھ ہی ابراہیم علیہ السلام کو دیا گیا تھا اور اس کی غرض یہ بیان کی گئی تھی کہ لوگ یہاں آکر دین و دنیا کے منافع سے مستفید ہوں اور خدا کے نام پر قربانی کریں۔ پھر یہی فرض انہی مناسک کے ساتھ امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ) پر مقرر کیا گیا کیونکہ یہ ملت ابراہیمیؑ کی وارث ہے وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حُجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (ال عمران ۱) اور قربانی جس طرح ملت ابراہیمیؑ کے مناسک حج میں شامل تھی اسی طرح امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ) کے حج میں بھی شامل رہی چنانچہ سورہ حج کے پانچویں رکوع میں امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ) کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے :-

وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافٍ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَمَكُوا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ

”اور قربانی کے اونٹوں کو تم نے تمہارے لئے اللہ کے شعائر میں سے قرار دیا ہے تمہارے لئے ان میں بھلائی ہے پس تم ان کو صف بستہ کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لو اور جب

وہ پہلو کے بل گر جائیں تو ان میں سے خود بھی کھاؤ اور اسکو بھی کھلاؤ جو اللہ کے دیئے ہوئے رزق پر قانع ہے۔ اور اس کو بھی جو سوال کرتا ہے۔

دوسری قسم کی قربانی وہ ہے جو تمتع یا قرآن کے فدیہ میں یا احصار کی صورت میں، یا ان جنایات کی جزا میں واجب ہوتی ہے جو محرم سے حالت احرام میں سرزد ہوں اس کے احکام حسب ذیل ہیں :-

(۱) وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ ۚ فَبِإِذْنِهِ يَكُنْ لَكُمْ رَافِعَةٌ ۚ فَإِنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضٌ أَوْ بِهِ آذَى مِنْ رَأْسِهِ أَوْ فَعْدَلَةٌ مِنْ صَبَإٍ أَوْ صَدَقَةٌ أَوْ نَسَاكَ

اور خدا کے لئے حج اور عمرہ کو پورا کرو لیکن اگر تم روک دیئے جاؤ تو جو کچھ ہدیہ کی قربانی میں آئے بھیج دو اور اپنے سر منڈاؤ جب تک کہ قربانی اپنے مقام پر پہنچ جا

”بھر جو کوئی تم میں سے مریض ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو اور اس بناء پر اسے احرام کی قیود توڑنی پڑیں تو وہ فدیہ

میں یا تو روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے

(۲) فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيًّا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةً إِذَا رَجَعْتُمْ ۚ (بقہ ۲۴)

”پھر جو کوئی عمرہ کو حج سے ملا کر فائدہ اٹھائے تو جو کچھ قربانی میں آئے کر دے اور اگر قربانی میں آئے نہ ہو تو تین دن کے اور واپس ہو کر سات دن کے روزے رکھے۔“

(۳) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا

”اے اہل ایمان! شکار نہ کرو جب کہ تم حالت احرام میں ہو اور تم میں سے جو کوئی جان بوجھ کر شکار مار لے وہ اس کے بدلے جانوروں میں سے اسی سے ملتا ہوا جانور

يَبْلُغُ الْكَعْبَةَ (المائدہ ۱۳) دے جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں اور یہ قربانی کعبہ پہنچائی جائے۔

ان آیات میں قربانی کے جانوروں کو لفظ ”ہدی“ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ امام رازی رحمہ اللہ نے اس لفظ کی لغوی تحقیق بیان کرتے ہوئے کہیں یہ لکھ دیا تھا کہ ”معنی الہدی ما یهدی الی بیت اللہ عز وجل تقربا الیہ بمنزلة الہدیۃ یهدیہا الانسان الی غیرہ تقربا الیہ“۔ اتنی گنجائش سے فائدہ اٹھا کر مانعین قربانی نے بے تکلف فیصلہ کر دیا کہ ”ہدی“ سے مراد قربانی نہیں بلکہ کوئی سا ہدیہ اللہ کے حضور پیش کر دینا ہے۔ لیکن امام رازیؒ نے اس عبارت سے چند سطر آگے یہ بھی لکھا تھا کہ

فتقدیر الایۃ حتی یبلغ الہدی محلہ ونجس فاذا حرقوا فاحلقوا سرہ منڈاؤ۔

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جب تک ہدی اپنے مقام پر پہنچ کر ذبح نہ کر دی جائے اس وقت تک

مگر چونکہ یہ عبارت مفید مطلب نہ تھی اس لئے دورِ جدید کے ”محققین اسلام“ نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ اور یہ تو خیر امام رازیؒ ہی انہوں نے خود اللہ تعالیٰ کی عبارت کو بھی قابل اعتناء نہ سمجھا جس نے سورہ مائدہ والی آیت میں ”هَدْيًا يَبْلُغُ الْكَعْبَةَ“ کی تفسیر ”فجزاء مثل ما قتل من النعم“ سے کر دی ہے۔ یہ آیت قطعی طور پر ہدی کے معنی متعین کر رہی ہے۔ کہ قرآن میں جہاں یہ لفظ آیا ہے وہاں اس سے مراد قربانی ہی ہے نہ کہ کچھ اور۔ تیسری قسم کی قربانی وہ ہے جس کے ادا کرنے کا حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ذریعہ عام مسلمانوں کو دیا گیا :-

قُلْ إِن صَلَّوْتِي وَنُسُكِي
وَحَيَاتِي وَمَمَاتِي لِلَّهِ
رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ
لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَ
أَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ -
(الانعام : ۲۰)

کہو اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کہ میری نماز اور میری قربانی
اور میری زندگی اور میری موت
اللہ پروردگار عالم کے لئے ہے
جس کا کوئی شریک نہیں اور
مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے اور

میں فرمانبرداروں میں سب سے پہلے ہوں۔
اس آیت میں صلوٰۃ کے بعد "نُسُک" کا ذکر ہے
جس کے معنی عبادت اور تطوع کے بھی ہیں اور قربانی
کے بھی۔ قرآن میں یہ لفظ اسی دوسرے معنی کے لئے
آیا ہے۔ چنانچہ سورہ حج میں ہے :-
وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنَسَكًا
لِّیَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ
عَلَىٰ مَا سَرَقَهُمْ مِّنْ
بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۖ
اور سورہ بقرہ میں ہے :-

فَقَذَّيْتُمُوهَا مِنْ صَنَائِمِ افٍّ
صَدَقَاتٍ أَوْ نُسُكٍ (۲۸) ادا کیا جائے یا صدقے سے
یا قربانی سے۔

ان آیات سے "نُسُک" کے معنی متعین ہو گئے
اب دیکھئے کہ "صلوٰۃ" کے ساتھ "نُسُک" کے لئے بھی
بِذَلِكَ أُمِرْتُ (مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے) کے الفاظ
استعمال ہوئے ہیں جو صریحاً وجوب پر دلالت کرتے
ہیں۔ پھر "أَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ" فرمایا گیا ہے۔ جس
سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے
ہے۔ اسی بنا پر حضور علیہ السلام نے تمام مستطیع مسلمانوں
کو قربانی ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اس کی تاکید
فرمائی ہے۔ چنانچہ احادیث میں آیا ہے :-

من كان له يسائر فلم
يضحه فلا يقرب من مصلانا
عيدگاه کے قریب بھی نہ آئے۔
جو شخص استطاعت رکھتا ہو
اور پھر قربانی نہ کرے وہ ہمارا

ان اول نسكنا في
يومنا هذا الصلوة ثم
الذبح۔
ہمارے آج کے دن (عيد
اضحیٰ) میں ہماری پہلی عبادت
نماز ہے پھر ذبح۔

من صلي معنا هذا
الصلوة فليذبح بعد
الصلوة
جو ہمارے ساتھ یہ نماز (صلوٰۃ
عيد اضحیٰ) پڑھے وہ نماز کے
بعد ذبح کرے۔

یہ ہیں قربانی کے متعلق قرآن کے صاف اور
صریح احکام جن میں کسی شک و شبہ اور تاویل کی
گنجائش نہیں۔ پڑھئے ان کو اور پھر داد دیجئے ان
لوگوں کی جو ایک طرف تو قرآن پر سب سے بڑھ کر
ایمان رکھنے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ اور دوسری طرف
یہ الفاظ علی الاعلان لکھتے اور شائع کرتے ہیں کہ :-
۱) قربانی کی رسم تمام دنیا کی وحشی اور مدنی قوموں
میں تھی۔ آج سوائے مسلمانوں کے کوئی اس کو
نہیں کرتا۔

۲) یہ کیونکر ضروری ہو گیا کہ غیر حاجی خواہ مخواہ اس
بے محل اور مسرفانہ رسم میں حصہ لیں۔

۳) وہ روپیہ جو بکرے کی گردن پر چھری پھیرنے
اور اسے زمین میں گاڑ دینے کے لئے صرف کیا
جاتا ہے قومی اداروں کو ملنا چاہئے وہ اس روپے
سے ہر سال ایک عظیم الشان تجارتی بینک کھول
سکتے ہیں۔ قرآن حکیم اور دوسرے علوم کی توسیع
و اشاعت کر سکتے ہیں۔ اعتقادات و اخلاق
کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ بیواؤں اور ناداروں
کی مدد کر سکتے ہیں۔ اور ہزاروں نیکی کے کام کر
سکتے ہیں۔ بشرطیکہ تعلیقہ کے حوال سے آزاد

ہو قی تھیں۔ عرب، ہندوستان، ایران، مصر، روم
غرض کون سا ملک ایسا ہے جہاں معبودان باطل
کے اصنام اور سیکڑوں پر قربانیاں نہ چڑھائی جاتی
ہوں حتیٰ کہ خدا پرست یہودی قوم بھی اس شرک
میں مبتلا ہوئی۔ اور بار بار اس نے بتوں پر قربانیاں
چڑھانے کا ارتکاب کیا جس کی شکایت جگہ جگہ عیسیٰ
کے عہد عتیق میں آتی ہے۔ قرآن میں بھی ان جاہلیت
کی مشرکانہ رسموں کا ذکر ہے مثلاً فرمایا :-

وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ
مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ
نَصِيبًا فَقَالُوا هَذَا لِلَّهِ
بِزَعْمِهِمْ وَ هَذَا
لِشُرَكَائِنَا۔
اور انہوں نے کھیتی کی پیداوار
اور مویشی میں سے اللہ کا
ایک حصہ ٹھہرا دیا۔ اور تجمال
خود کہنے لگے کہ یہ اللہ کا ہے۔
اور یہ ہمارے ٹھہرائے ہوئے
شرکیوں کا ہے۔

وَقَالُوا هَذَا أَنْعَامٌ وَ
حَرِّثُ حَجَرٍ لَا يَطْعَمُهَا
إِلَّا مَنْ نَشَاءُ بِزَعْمِهِمْ
وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا
وَأَنْعَامٌ لَا يَذْكُرُونَ
اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءً
عَلَيْهِ (الانعام ۱۶)

کردیا گیا ہے اور کچھ ایسے ہیں جن پر وہ اللہ کا نام نہیں
لیتے یہ ان کی افترا پر دازی ہے (کہ ایسی جاہلانہ اور مشرکانہ
باتوں کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں)

قرآن نے آکر جس طرح عبادت کی دوسری
صورتوں کا رخ غیر اللہ سے اللہ کی طرف پھیر دیا سی
طرح نذروں اور قربانیوں کا رخ بھی اُدھر سے ادھر
پھیرا۔ اس نے ہدایت کی کہ مشرکین غیر خدا کے لئے
رکوع و سجدہ اور قربانی کرتے ہیں۔ تم کہو کہ ہمارا رکوع

ہو جائیں اور فضول بلکہ مضر رسوم کو چھوڑ دیں۔
(۴) افسوس ہے کہ سوائے نقل و تقلید کے آج تک
کسی صاحب نے قربانی کے عقلی و تجربی فوائد
پر روشنی نہیں ڈالی۔

یہ قرآن سے کھلا ہوا معارضہ نہیں تو اور کیا ہے؟
قرآن ایک چیز کا حکم دیتا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ پہلے
اس کے عقلی و تجربی فوائد پر روشنی ڈالی جائے۔ قرآن
ایک چیز کے متعلق کہتا ہے کہ لکم فیہا خیر (تمہارے
لئے اس میں بھلائی ہے) اور آپ اسے ایک فضول بلکہ
مضر اور مسرفانہ رسم قرار دیتے ہیں۔ قرآن ایک چیز
کو شعائر اللہ میں شمار کرتا ہے اور خبر دیتا ہے کہ اللہ
نے اس کو مقرر کیا ہے۔ مگر آپ اس کے مقابلہ میں
مغربی مستشرقین کی یہ تحقیق پیش کرتے ہیں کہ یہ
عہد جاہلیت کی ایک رسم تھی۔ جس کو آج صرف مسلمانوں
نے اختیار کر رکھا ہے ۶

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بولاجبی است؟
قرآن پر ایمان رکھنے کا دعویٰ اور پھر قرآن کے
مقابلہ میں یہ جرات! اگر ان دونوں کا اجتماع ممکن
ہے تو ماننا پڑے گا کہ وجود شے اور عدم شے کا اجتماع
بھی ممکن ہے۔

قرآن کا یہ بھی ایک اعجاز ہے کہ جس قدر اعتراضات
اس پر ہو سکتے ہیں۔ اس کا جواب وہ خود ہی دیدیتا
ہے۔ آئیے اب ذرا یہ بھی دیکھئے۔ کہ قربانی کے حکم پر
جو اعتراضات کئے گئے ہیں ان کے جواب میں قرآن
کیا کہتا ہے :-

قربانی پر اعتراضات اور ان کے جوابات
جاہلیت میں جہاں غیر اللہ کے لئے رکوع و سجدہ
ہوتے تھے۔ اور غیر اللہ سے دعا اور استعانت کی جاتی
تھی وہیں غیر اللہ کے لئے نذریں اور قربانیاں بھی

فی العبادت میں مبتلا ہو رہے ہیں پس جب عبادت کے مختلف طریقوں میں سے ایک یہ طریقہ بھی نوع انسانی میں رائج ہے اور اس طریقہ کی طرف انسان میں ایک فطری میلان پایا جاتا ہے تو اخصاص نے العبادت کے لئے ناگزیر ہے کہ نذر و نیاز اور قربانی کو بھی غیر اللہ کے لئے ممنوع کر کے صرف اللہ کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔ اس چیز کی عقلی و روحانی اور اخلاقی و مادی منفعت سطحی نظروں کو اگر محسوس نہ ہو تو یہ ان کی اپنی نظر کا قصور ہے۔ اللہ کے علم اور اس کی حکمت میں تو لوگوں کا مخلصین لہ اللہ بن جنفاء اللہ بن حنانا اس سے بدرجہا مفید ہے کہ ان کے لئے ایک نہیں دس لاکھ عظیم الشان بنیک کھل جائیں قربانی کی ایک دوسری مصلحت بھی ہے جس پر قرآن سے روشنی پڑتی ہے۔

نوع انسانی کا ایک گروہ تو وہ تھا جس کا اوپر ذکر ہوا یعنی وہ جو خدا کے ساتھ اس کی مخلوق کو اعتقاد اور عبادت میں شریک ٹھہراتا ہے اور خدا کے بخشے ہوئے رزق میں سے غیر خدا کے سامنے نذرین اور قربانیاں پیش کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ایک دوسرا گروہ بھی ہمیشہ رہا ہے اور اب بڑھتا جا رہا ہے۔ اور یہ وہ گروہ ہے جو سرے سے خدا کا قائل ہی نہیں یا اگر قائل بھی ہے تو محض وجوب عقلی کی بنا پر اس طرح مانتا ہے جیسے ریاضی کے کسی فارمولے کو مانتا ہے۔ باقی رہا خدا سے کوئی تعلق تو وہ یہاں مفقود ہے۔ ان لوگوں کو یہ احساس تک نہیں کہ دنیا کے جس مال و متاع سے وہ فائدہ اٹھا رہے ہیں جس زمین کی پیداوار کھا رہے ہیں جس دولت و ثروت سے لطف اندوز ہو رہے ہیں جن حیوانات سے خدمت لے رہے ہیں ان میں سے کسی چیز کے بھی وہ مالک نہیں ہیں

و سجود اور ہماری قربانیاں صرف خدا کے لئے ہے قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (الانعام: ۲۰) مشرکین اپنے جانوروں پر غیر اللہ کا نام لیتے ہیں تم ان پر صرف خدا کا نام لو فا ذکر وا۳۱ اللہ علیہا وہ غیر اللہ کے نام پر جانوروں کو چھوڑ دیتے ہیں پھر نہ کسی کو ان پر سوار ہونے دیتے ہیں اور نہ ان کا گوشت کھانا یا کھلانا پسند کرتے ہیں۔ تم اس جہالت کے جواب میں ”ہدی“ کے اونٹوں پر سوار کی کرو (لکم فیہا منافع) الی اجل مسمی ثم یحلبہا الی البیت العتیق۔ (الحج: ۳۰) قربانی کا گوشت کھاؤ اور اللہ کے بندوں کو کھلاؤ۔ فَکُلُوا مِنْهَا وَاطْعَمُوا الْقَارِعَ وَالْمَعْتَرِ: ۵: اس لئے کہ اللہ کو خون اور گوشت نہیں پہنچتا بلکہ تمہاری وہ خالص نیت پہنچتی ہے جس سے تم نے غیر اللہ کو ترک کر کے اللہ کی طرف رجوع کیا۔ لَنْ یَبَالَ اللہ لحوما ولا دما وھا ولیکن یَبَالَہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ (الحج: ۵) شخص جو حکمت تشریع میں ادنی بصیرت بھی رکھتا ہے اس کے لئے یہ سمجھنا کچھ بھی مشکل نہیں کہ شرک و بت پرستی اور رسوم جاہلیت کو مٹانے کے لئے اس سے زیادہ کارگر کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی کہ جن اقسام اور جن شکلوں کی عبادتیں مشرک قوموں میں رائج ہوں ان سب کو اللہ کے لئے مخصوص کر دیا جائے اور غیر اللہ کے لئے انہی سب کو ممنوع ٹھہرا دیا جائے۔ دنیا میں توحید فی العبادت اور اس کے ذریعہ سے توحید فی الاعتقاد کا قیام بغیر اس تدبیر کے ممکن ہی نہ تھا۔ یہ بات کچھ انسان کی فطرت ہی میں ہے کہ وہ جس کسی کو اپنا ملجا و مادی سمجھتا ہے اس کے سامنے نذر و نیاز اور قربانی ضرور پیش کرتا ہے۔ چنانچہ بد آفرینش سے آج تک دنیا میں کم و بیش اس طریق عبادت کا سلسلہ جاری ہے حتی کہ جہالت کی بنا پر خود مسلمان بھی اس قسم کے شرک

نہ کسی چیز پر ان کو ذاتی استحقاق حاصل ہے۔ بلکہ یہ خدا کی بخشش اور اس کا انعام ہے یہ غفلت جس میں کفار اور ملاحہ مبتلا ہیں ان کو کیسے کیسے روحانی، اخلاقی اور عملی مفاسد میں مبتلا کر رہی ہے اس کے بیان کی حاجت نہیں کہ آج ہر آنکھوں والا ان کا برائی العین مشاہدہ کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہی مفاسد کا سد باب کرنے کے لئے مال و دولت اور زمین کی پیداوار میں قربانی کا قاعدہ مقرر کیا، تاکہ اللہ نے جو کچھ رزق عطا فرمایا ہے اس کا ایک حصہ انسان ہمیشہ خدا کی جناب میں نذر کرتا رہے۔ اور یہ حقیقت اس کو یاد رہے کہ ہم ان چیزوں کے مالک اور مختار مطلق نہیں ہیں بلکہ یہ بیکسی استحقاق ذاتی کے ہم کو عطا کی گئی ہیں اور ان میں عطا کرنے والے کی مرضی کے خلاف تصرف کرنے کا ہمیں کوئی حق نہیں۔ اس مضمون کی طرف آیات ذیل میں کس قدر لطیف اشارات کئے گئے ہیں

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوفَاتٍ وَشَايَ غَيْرَ مَعْرُوفٍ ۚ وَذَآلِجْنِ الْأَلْحَلِّ وَالزَّيْتِ ۖ وَالنَّخْلِ وَالتَّمْرِ ۖ جَعَلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآوَا فِي حَقِّهِ يُؤْتِمُ حَصَادَهُمْ وَلَا يُسْرِفُونَ ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ۚ وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةٌ وَفَرَسَاتٌ لَّكُلِّ امْرِئٍ مِّنْكُمْ سَرَقَكُمْ اللَّهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ (الأنعام)

اور وہی ہے جس نے باغ اگائے ہیں جنہیں سے کسی میں بلیں ٹھیوں پر چڑھائی جاتی ہیں اور کسی میں نہیں چڑھائی جاتی اور اسی سے خلستان اور کھیت پیدا کئے ہیں جب وہ بھل لائیں تو ان کے بھل کھاؤ اور فصل کاٹتے وقت اس کا یعنی خدا کا حق ادا کر دو اور حد سے نہ گذرو۔ کہ وہ حد سے گذرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور اسی نے جانوروں میں سے بعض بلند قامت پیدا کئے ہیں جو باربرداری کے کام آتے ہیں اور بعض پست قامت ہیں اللہ نے تم کو جو کچھ دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنَسَكًا ۖ لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا سَرَقْتَهُمْ مِنْ بَهِيمَةٍ ۖ أَلَا نَعْلَمُ فَإِنَّهُمْ كَذِبُونَ ۚ وَبَشِّرِ الْمُخْدِتِينَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِاللَّهِ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ ۖ وَمِمَّا سَرَقْتَهُمْ يُنْفِقُونَ (الحج ۵)

اور ہم نے ہر امت کے لئے قربانی مقرر کر دی ہے تاکہ وہ اللہ کا نام لیں ان جانوروں پر جو اس نے ان کو بخشے ہیں تمہارا خدا وہی ایک خدا ہے لہذا تم اس کی اطاعت میں تسلیم خم کر دو۔ اسے نبی ان عاجزی کرنے والوں کو خوش خبری سنادو جن کا حال یہ ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل لرز اٹھتے

ہیں اور جو مصیبتوں کے مقابلہ میں ثابت قدم رہتے ہیں اور جو نماز پڑھتے ہیں اور ہمارے بخشے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔

یہ رسم قربانی کی دوسری مصلحت ہے اگر کسی کے پاس عقلی ترازو ہو تو وہ ایک پلڑے میں اس کو رکھے اور دوسرے پلڑے میں تمام قومی اداروں اور تجارتی بینکوں اور تنظیم خانوں کو رکھ کر بتائے کہ ان میں سے کون زیادہ وزنی ہے۔

قربانی کا اقتصادی پہلو

اب ذرا اقتصادی اعتراضات کو بھی جانچ لیجئے قرآن کہتا ہے لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ اور فَكُلُوا مِنْهَا وَاطْعَمُوا الْقَانِعِ وَالْمُعْتَرِ ۚ آپ کہتے ہیں۔ کہ یہ اصاعت مال ہے لاکھوں امد کے بندے جنہیں بہفتوں اور مہینوں اچھی قوت بخش غذا نصیب نہیں ہوتی۔ ان کو صدقہ اور بھڑی اور نسک کے ذریعہ سے گوشت بہم پہنچانا آپ کی رائے میں اصول معیشت کے خلاف ہے لاکھوں کسان اور گلہ بان جو سال بھر

تک جانور پالتے ہیں اور بقر عید کے موقع پر ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ان کی روزی کا دروازہ بند کرنا بھی آپ کے نزدیک بیروزگاروں کو روزگار مہیا کرنا ہے ہزار غریب جن کو قربانی کی کھالیں مل جاتی ہیں اور نہرا قصابی جن کو ذبح کرنے کی اجرت مل جاتی ہے یہ سب آپ کی قوم سے خارج ہیں۔ اسی لئے آپ انکی رزق رسانی کو فضول بلکہ مضار و داخل اسراف سمجھتے ہیں۔ آپ کو تمام قومی ضروریات اور سارے فوائد و منافع صرف اسی وقت یاد آتے ہیں جب خدا کے کسی حکم کی پابندی میں روپیہ صرف ہو رہا ہو گویا کہ بینکوں کا قیام اور قومی ادارات کا فروغ اور اعتقاد و اخلاق کی اصلاح اور یتیموں اور بیواؤں کی پرورش کا سارا کام صرف قربانی کی وجہ سے رکا پڑا ہے اور ہر یہ بند ہوئی اور ادھر قومی اداروں پر روپیہ پر سنا شروع ہوا۔ اگر آپ کی تنظیم ایسی ہی مکمل ہے کہ سارے ہندوستان سے قربانی کا روپیہ جمع کر کے آپ ہر سال ایک تجارتی بینک کھول سکتے ہیں تو ذرا سی تکلیف گوارا کر کے پہلے ہندوستان بھر کے سینما ہالوں اور قحبہ خانوں اور بکاری واسراف کے دوسرے اڈوں پر اپنے ایجنٹ مقرر فرما دیجئے تاکہ مسلمانوں کا جس قدر روپیہ وہاں ضائع ہوتا ہے اس کو وہ قومی فنڈ میں وصول کر لیا کریں۔ اس طرح آپ ہر سال نہیں ہر روز ایک تجارتی بینک کھول سکیں گے۔ پھر اگر آپ میں کچھ تعمیری قوت ہے تو قربانی کی تخریب کی بجائے آپ اسے زکوٰۃ کی تعمیر میں کیوں نہیں صرف فرماتے کہ تنہا اسی ایک چیز سے آپ وہ تمام قومی ضروریات پوری کر سکتے ہیں۔ جن کی خاطر قربانی بند کرنے کی تبلیغ آپ نے شروع کی ہے۔

رسالہ تحقیق قربانی پر تبصرہ

عرشی صاحب نے ”تحقیق قربانی“ کے عنوان سے قربانی پر اپنی تحقیق پیش کی ہے۔ اس مضمون میں قربانی کے خلاف جو دلائل پیش کئے گئے ہیں اگرچہ ان میں سے اکثر کا جواب اوپر آ گیا ہے۔ لیکن پھر بھی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اس ”تحقیق قربانی“ پر مفصل تبصرہ کیا جائے۔

مضمون نگار نے اپنی تحقیق کی ابتدا انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے ایک اقتباس سے کی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ قربانی کے متعلق ”قدیم انسان“ کا نظریہ کیا تھا روم اور یونان میں قربانی کی رسم کن عقائد پر مبنی تھی۔ سامی مذاہب میں یہود کا کیا عقیدہ تھا۔ دور ثانی میں جب انسان دیوتاؤں کی حقیقت سے واقف ہو گیا تو اس نے قربانی کی رسم کن تاویلوں کے ساتھ باقی رکھی۔ یہود کے ربی اور یونان کے فلسفی خدا اور ارواح کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے تھے اور قربانی کے ساتھ اس عقیدہ کا رابطہ کس قسم کا تھا۔ قدیم آریوں اور اہل روم اور اہل عرب میں قربانی کی کیا رسمیں تھیں پھر مسیحیت نے کس طرح قربانی کا ابطال کیا۔ اور جاہلیت کے ان خیالات کو جو انسانی اقوام میں پھیلے ہوئے تھے کس طرح مٹایا اور یہ عقائد نہ تخیل انسانوں میں پیدا کیا کہ ”غربا کو کچھ دینا قربانی کے برابر ہے“ اور جو خیرات دیتا ہے وہ گویا ستائش کی قربانی خدا کو پیش کرتا ہے“ یہ تمام بیانات جو تمہید کے طور پر بیسویں صدی کی ”کتاب مقدس“ سے نقل کئے گئے ہیں بلاشبہ ہماری معلومات میں بیش قیمت اضافہ کرتے ہیں۔ مگر ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ ان کو اس مضمون میں کیوں نقل کیا گیا ہے اول تو یہ تمام بحث غیر متعلق ہے اس لئے کہ نفس مسئلہ صرف یہ ہے کہ آیا خدا اور رسول علیہ السلام نے

قربانی کا حکم دیا ہے یا نہیں؟ اگر ثابت ہو جائے کہ نہیں دیا ہے تو انسائیکلو پیڈیا کی شہادت قطعاً غیر ضروری ہے اور اگر تحقیق سے یہ ثابت ہو کہ قربانی ایک سنت اسلام ہے اور خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جاری ہوئی ہے تو مسلمان کو بہر حال اس کا اتباع کرنا چاہئے خواہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کی رو سے وہ کیسی ہی جہالت اور تاریک خیالی ہو۔ اس لئے کہ اسلام کا اتباع کسی انسائیکلو پیڈیا کی موافقت پر موقوف نہیں ہے اور نہ ہونا چاہئے۔

ثانیاً یہ بات حیرت انگیز ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو قرآن کا مبلغ کہتے ہیں اور جن کا دعویٰ یہ ہے کہ ہم قرآن کے سوا کسی چیز کے متبع نہیں ہیں وہ ایک مذہبی مسئلہ کی تحقیق میں یورپ کی تحقیق کو سب پر مقدم رکھتے ہیں۔ اگر قربانی کی تاریخ اور جاہلیت اولیٰ کے اعتقادات ہی پر کچھ روشنی ڈالنی تھی تو اس کے متعلق خود قرآن میں کافی مواد موجود تھا اور اس سے یہ بھی معلوم ہو سکتا تھا کہ جاہلیت کی قربانی اور اسلام کی قربانی میں کیا فرق ہے۔ لیکن عرشی صاحب نے قرآن کو چھوڑ کر محققین یورپ کی طرف توجہ کی اور سب سے پہلے انہی سے دریافت کیا کہ یہ قربانی جو ۳۳ برس سے اہل اسلام میں رائج ہے اس کی اصلیت تمہاری تحقیق میں کیا ہے؟ یہ شرف تقدم جو ایک اسلامی مسئلہ کی تحقیق میں اہل فرنگ کے علم و رائے کو عطا کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ اگر ہم بیان کریں گے تو ہم پر بدگمانی کا الزام عائد ہوگا اس لئے عرشی صاحب خود ہی اس پر روشنی ڈالیں تو زیادہ بہتر ہو ہم صرف اتنا کہیں گے کہ جن محققین سے خیالات کو آپ نے مسئلہ قربانی میں اپنی تحقیق کا نقطہ آغاز قرار دیا ہے اگر آپ اجازت دیں تو ہم اسلام کے اصول

دارکان بلکہ خود اسلام و نبوت اور وحی اور قرآن کے متعلق بھی ان کی تحقیقات پیش کریں اور آپ سے دریافت کریں کہ ان کی نظر سے آپ اسلام کی کس کس چیز کو دیکھنے کے لئے تیار ہیں؟

ثالثاً یہ بات بھی کچھ کم قابل تعجب نہیں کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور آپ کے اسوہ حسنہ کے متعلق بخاری اور مسلم اور موطا اور تمام دوسری کتب حدیث کی شہادتیں بے تکلف رد کر دیتے ہیں ان کے معیار تنقید پر ”قدیم انسان“ اور روم و یونان اور اہم سامیہ اور اقوام آریہ کے متعلق محققین فرنگ کے بیانات کس طرح پورے اتر جاتے ہیں حالانکہ ان کا زمانہ عصر نبوت سے سینکڑوں ہزاروں سال قبل کا ہے اور ان کے متعلق جو تاریخی شہادتیں آج دنیا میں موجود ہیں وہ ان تاریخی شہادتوں کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے متعلق پائی جاتی ہیں۔ جن ذرائع پر اعتماد کر کے آپ پرانی قوموں کے احوال پر کلام کر رہے ہیں ان میں سے کوئی قومی سے قومی ذریعہ بھی بخاری و مسلم کی کسی ضعیف سے ضعیف روایت کے مقابلہ میں نہیں لایا جاسکتا۔ پس جب آپ ان ذرائع سے استناد کرتے ہیں اور ان کی سند پر ہم کو خبر دیتے ہیں کہ ”قدیم انسان“ یہ کرتا تھا اور سامی مذاہب میں یہ عقیدہ تھا اور روم و یونان والے یہ خیالات رکھتے تھے تو ہم کو بھی اجازت ہو کہ بخاری و مسلم کی سند پر یہ کہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل تھا اور حضور علیہ السلام نے فلاں مسئلہ میں فلاں حکم دیا تھا۔ اگر اس کو ماننے سے آپ انکار کریں گے تو ہم آپ سے صرف اتنا کہیں گے کہ

کرنی چاہئے یا صرف مقام مٹی میں؟ قربانی کرنا افضل ہے یا اس کے بدلہ میں کچھ اور خیرات کر دینا؟ سوال یہ ہے کہ اگر کسی درجہ میں بھی قرآن سے قربانی کا حکم کیا معنی، جواز بھی نکلتا ہے اگر کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ کی بھی فضیلت یا خیریت اس فعل کی طرف قرآن میں منسوب کی گئی ہے تب بھی کیا قرآن اس الزام سے بچ سکتا ہے کہ وہ اس زمانہ کی ایک کتاب ہے جب تہذیب نے کافی ترقی نہ کی تھی اور وہ خدا کی کتاب نہیں بلکہ نعوذ باللہ ایک ایسے شخص کی تصنیف ہے جو بیسویں صدی کے مقابلہ میں چھٹی صدی کا ایک نیم تہذیب انسان تھا۔

یہ نتیجہ ہے قرآن سے پہلے انسانیکلو پیڈیا برٹانیکا کی طرف رجوع کرنے کا جس مقام سے آپ نے تحقیق کی ابتدا کی ہے اور جن مسلمات کو لے کر آپ مسئلہ قربانی کی بحث و تنقیح کے لئے چلے ہیں۔ وہ پہلے ہی قدم پر آپ کا قدم پھسلا کر کہیں سے کہیں لے جاتے ہیں۔ ان کا منطقی نتیجہ تو یہ ہے کہ آپ قرآن کے کتاب اللہ ہونے سے انکار کر دیں۔ لیکن چونکہ آپ کی عقل کے خلاف آپ کا وجدان اس کتاب پر ایمان رکھنے کے لئے اصرار کر رہا ہے اس وجہ سے آپ اس منطقی نتیجہ سے بچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور قرآن کے ترجمہ و تفسیر میں حد تحریف تک پہنچی ہوئی تاویلیں کر کے صرف یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن نے قربانی کا حکم نہیں دیا۔ حالانکہ اس سے وہ الزام جو خود آپ کے مسئلہ اصول کی بنا پر قرآن کے خلاف عائد ہوتا تھا صرف ہلکا ہو جاتا ہے دور کسی طرح نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس سے تو وہ صرف اُسی صورت میں بری ہو سکتا تھا جبکہ وہ قطعاً دایکا با قربانی بند کرنے کا

الیں منکم برجل مرشید؟
قربانی کے متعلق ان ٹیکلو پیڈیا برٹانیکا کی تحقیقات سے مضمون نگار صاحب جس نتیجہ پر پہنچے ہیں وہ یہ ہے:-
”ترقی تہذیب نے قربانی کی کراہت واضح کر دی“

اس فقرہ کا مفہوم غالباً اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ قربانی دراصل ایک مکروہ چیز ہے قدیم زمانے میں جہالت کی وجہ سے اس کی کراہت لوگوں سے مخفی تھی مگر اب چونکہ تہذیب ترقی کر چکی ہے اس لئے اس کا مکروہ ہونا واضح ہو گیا ہے۔ یہ الفاظ پیش نظر رکھئے اور پھر سورہ حج کی وہ آیت ملاحظہ فرمائیے جس میں ارشاد ہوا ہے:-

”اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لئے اللہ کے شعا ئر میں سے قرار دیا ہے تمہارے لئے ان میں بھلائی ہے لہذا تم ان کو صف بستہ کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لو (یعنی ذبح کرو) اور جب وہ کسی پہلو پر گر جائیں تو ان میں سے خود کھاؤ۔ اور قانع اور سائل کو بھی کھلاؤ“ (رکوع ۵)

ہر شخص جس کو خدا نے حقوڑی سی عقل بھی عطا فرمائی ہے بیک نظر محسوس کر لے گا کہ ان دونوں عبارتوں میں صریح منافات ہے۔ سورہ حج میں جس چیز کو شعا ئر اللہ میں سے قرار دیا گیا ہے اور جسے ایک کار خیر کی حیثیت سے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اسی کو مقدم الذکر عبارت مکروہ ٹھہراتی ہے اور ہم کو یہ خبر سناتی ہے کہ اسے کار خیر سمجھنے کا خیال اس زمانہ کے جاہل..... انسانوں میں پایا جاتا تھا۔ جب تہذیب نے ترقی نہ کی تھی۔ چھوڑ دیجئے اس سوال کو کہ قربانی واجب ہے یا نہیں؟ ہر شہر اور قریہ میں

حکم دیتا۔ یہاں پہنچ کر ہم پھر منکرین قربانی سے پوچھتے ہیں الیس منکم برجل سرشید؟

انسان کی پوزیشن اس وقت بہت ہی عجیب و غریب ہو جاتی ہے جب وہ کسی سسٹم میں داخل بھی رہنا چاہتا ہو اور نظری و فکری حیثیت سے اس کا مخالف بھی ہو۔ ایسی حالت میں وہ اس سسٹم کی ہر چیز کو اپنے خلاف پاتا ہو اور اس کے ایک ایک تار کو اڈھیڑ کرنا شروع کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی نہیں چاہتا کہ اس اڈھیڑ بن کا راز فاش ہو۔ اس لئے قدم قدم پر اس کی تاویل، تحریف، خدع اور فریب کے اوزار استعمال کرتے پڑتے ہیں۔ عرشی صاحب ہم کو معاف کریں اگر ہم عرض کریں کہ اس وقت وہ ایسی ہی مشکل پوزیشن میں ہیں قربانی کے متعلق ان کا نقطہ نظر وہ نہیں ہے جو اسلام کا نقطہ نظر ہے۔ قرآن، حدیث، تفسیر،

فقہ اور سنت متواترہ میں قربانی ایک عبادت کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہاں اس کی فضیلت اور خیریت کا تخمینہ ہے اس کو ادا کرنے کے احکام ہیں ان احکام کو بجالانے کے قواعد مقرر ہیں اس کے برخلاف آپ کے نزدیک وہ ایک مکروہ چیز ہے جہالت ہے اور ترقی تہذیب کی وجہ سے مبعوض ہو چکی ہے۔ اب آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا یہ نقطہ نظر اسلام کا نقطہ نظر بن جائے۔ اور سارے احکام اس کے مطابق ڈھل جائیں لیکن ساڑھے تیرہ سو برس میں اسلام نے جس قدر لٹریچر پیدا کیا ہے وہ کل کا کل ایسے مواد سے بھرا ہوا ہے جو آپ کی اس غرض کے خلاف ہے حتیٰ کہ قرآن کے صریح الفاظ بھی آپ کی اس غرض کے مخالف ہیں۔ آپ سذت متواترہ کو جہالت متواترہ کہہ کر ٹال دیں گے۔ حدیث، فقہ اور تفسیر کے سارے

لٹریچر کو جعلی ٹھیرا دیں گے۔ مگر قرآن کی صریح آیات کا آپ کے پاس کیا علاج ہے۔ کن کن الفاظ کا مفہوم بدلیں گے؟ کن کن عبارتوں کو اڈھیڑیں گے؟ کہاں تک خدا کے کلام میں اپنے معنی بھرینگے؟ تحریف قرآن کی دو حیرت انگیز مثالیں عرشی صاحب نے قرآن میں معنوی تحریف کرنے کی جو حیرت ناک کوشش کی ہے اس کی صرف دو مثالیں ہم محض اس لئے پیش کرتے ہیں کہ شاید اس بھٹکے ہوئے انسان اور اس کے ہم خیال اشخاص کو تائبہ کی توفیق میسر ہو جاوے۔ قرآن میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنے کا اشارہ پایا تھا اس کے امتثال میں وہ واقعی بیٹے کو قربان کرنے پر آمادہ ہو گئے جب انہوں نے اپنے تخت جگہ کو ماتھے کے بل بچھا دیا تو اللہ نے فرمایا یا ابراہیم قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ لَنُحْزِمُ الْمُحْسِنِيْنَ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰۤءُ الْمُبِيْنُ۔ اے ابراہیم، تو نے خواب سچا کر دکھایا ہم اسی طرح نیک بندوں کو جزا دیتے ہیں بیشک یہ کھلی ہوئی آزمائش تھی، اس قصہ کا صاف مفہوم جس کو ہر صاحب فہم آدمی پہلی نظر میں محسوس کر سکتا ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل علیہ السلام کی آزمائش کرنی چاہی تھی اس لئے بیٹے کو ذبح کرنے کا صریح حکم نہیں دیا بلکہ کنایتاً خواب میں ایسا دکھایا کہ اپنے تخت جگہ کو ذبح کر رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ خدا کی محبت پر ہر محبت کو قربان کر دینے کا جذبہ رکھتے تھے اس لئے وہ محبوب حقیقی کے محض اس ذرا سے ڈھکے چھپے اشارے ہی پر بیٹے کو ذبح

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنَسَكًا
لَّيِّنًا كَرُمًا وَسَمِعَ اللَّهُ
عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ
بُهِيمَةٍ أَلَا نَعْلَمُ

اس نے ان کو چار پاؤں میں سے (رکوع ۵)

اس کا ترجمہ عرشی صاحب اس طرح کرتے ہیں
"اور دیکھو ہر امت کے لئے ہم نے عبادت کا طور
و طریقہ ٹھہرا دیا کہ ہمارے دیئے ہوئے پالتو چار پاؤں
ذبح کرے تو اللہ کا نام یاد کرے" دیکھئے لفظ "ذبح
کرے تو" نے مفہوم کو کہ صر پھیر دیا ہے۔ اب آیت
کے معنی یہ قرار پائے کہ یہ جو مذبحوں میں روزانہ
ہزاروں بکرے قصا بول کے ہاتھوں ذبح ہوتے
ہیں اور ان پر بسم اللہ اکبر پڑھا جاتا ہے یہی وہ
منسک (عبادت کا طور طریقہ) ہے جو اللہ نے ہر
امت کے لئے مقرر فرمایا تھا اس قسم کی تحریفات
کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کو اصل الفاظ میں
محفوظ کر کے اللہ تعالیٰ نے ہم پر کتنا بڑا فضل
فرمایا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو بعید نہ تھا کہ اس زمانہ
میں انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کو سامنے رکھ کر
ایک نیا قرآن تیار کر لیا جاتا۔

عرشی صاحب نے تقریباً تمام ان آیات کی ایسی
ہی تاویل کی ہیں جتنی قربانی کے احکام آئے
ہیں۔ اور پھر فقہی مسائل کی ایسی توجیہات
کی ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ
انہوں نے اصل مسائل کو سمجھنے کی کوشش ہی
نہیں کی۔ بلکہ حدیث و تفسیر اور فقہ کی تمام
کتا بوں کے ورق اُلٹنے میں صرف ایک مقصد
ان کے پیش نظر رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ قربانی
کی تائید میں اگر پہاڑ نظر آئے تو اس سے آنکھیں
بند کر لیں۔ اور اس کے خلاف ایک بال کی ذرا سی
نوک بھی نظر آئے تو اسکو پہاڑ بنا کر صرف ان مسلمانوں
کے سامنے پیش کر دیں جو بیچارے اصل مأخذ تک نہیں
پہنچ سکتے اور جن کے پاس یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ
نہیں کہ ان نمائشی پہاڑوں کی حقیقت کیا ہے ظاہر ہے
کہ جہاں بحث کا یہ طریقہ اور تحقیق کا یہ معیار ہو گا کسی
سنجیدہ بحث کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہو سکتی اگر وہ
چاہیں تو ان کی ایک ایک غلطی کا راز فاش کیا
جاسکتا ہے لیکن اس سے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔
تا وقتیکہ وہ اپنی ذہنیت اور اپنے طریق فکر کی
اصلاح پر آمادہ نہ ہوں۔

اطلاع مولانا ظہور احمد صاحب بگویی نے رفض مرزا سے
تردید میں ایک مبسوط سلسلہ مضامین لکھنے کا فیصلہ کیا ہے انشاء
ماہ فروری سے آپ کے مذکورہ مضامین جریدہ میں شائع ہوتے ہیں گے
مشروہ مولوی خواجہ محمد امین صاحب رئیس التجرار کلکتہ نے دارالعلوم
عزیزیہ کا معائنہ فرمایا آپ دارالعلوم کے حسن انتظام طلبہ کی
تعداد طریقہ تعلیم کو دیکھ کر یہ حد محفوظ ہوئے آپ نے
۲۵ خ ۲۵ روپیہ کے عطیہ کا اعلان فرمایا اور آئندہ بھی
دارالعلوم کی مستقل اعانت کا وعدہ فرمایا طلبہ دارالعلوم کی

جمعیت اصلاح البیان کمپٹرسے مولوی صاب ممدوح کو ایڈریس
پیش کیا گیا۔
کوٹ مومن کے مناظرہ کا شاندار نتیجہ۔ ماہ مئی
کے آخر میں مقام کوٹ مومن مرزا بیوں جو زلزلہ انگیز مناظرہ ہوا
تھا اسے مرزا بیوں کے دو نمبر بل چل ڈال دی۔ چنانچہ تحقیق حق
کے بعد مورخہ ۵ دسمبر ۱۳۸۵ کو پانچ مرزا بیوں نے جمعہ
کی نماز کے بعد اپنے قبول اسلام کا اعلان کیا۔ فالجہ
لہ علی ذالک۔

فرق باطلہ و انکارِ حش

علامہ ابن قتیبہ کی تصریحات

(۷)
(مترجمہ مولانا حافظ محمد ادریس صاحب پرنسپل ایم اے آؤ کالج اقمیر)

اُمت میں سے افضل کون لوگ ہیں؟

اعتراض - کہتے ہیں تم نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ میری امت کی مثال بارش کی سی ہے جس کے متعلق نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا پہلا حصہ بہتر ہے یا پچھلا۔ اور تم ہی نے یہی روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ اسلام غربت میں شروع ہوا اور غربت کی طرف لوٹ جائے گا۔ ان دونوں روایتوں کے ساتھ ساتھ تم نے یہ روایت بھی کیا ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے ہیں میری امت کا بہترین گروہ وہی ہے جو میرے زمانہ میں موجود ہے۔ کیا یہ صریح تناقض اور اختلاف نہیں ہے (کہ ایک روایت میں تو اول آخر میں سے کسی کو دوسرے پر ترجیح نہیں دی جاتی اور دوسری میں دونوں کو معمولی بتایا جاتا ہے اور تیسری میں اول گروہ کو سب پر ترجیح دی جاتی ہے؟)

جواب

ان روایتوں میں کسی قسم کا تناقض اور اختلاف موجود نہیں ہے الاسلام بَدَّ عَرَبِيًّا وَسَيَعُوْ دُعَرَبِيًّا سے مراد یہ نہیں ہے کہ یہ دونوں گروہ برگزیدہ نہیں ہیں۔ یہاں صرف یہ مراد ہے کہ مسلمان پہلے پہل تعداد کے لحاظ سے بہت کم تھے پھر رفتہ رفتہ بڑھ گئے اور آخر میں پھر

گھٹتے گھٹتے کم رہ جائیں گے۔ مگر ہوں گے سب کے سب چُنے ہوئے مسلمان جیسے کہ آنحضرتؐ کے صحابہؓ سب کے سب منتخب اور راستباز مسلمان تھے۔ اس کی وضاحت اس روایت سے ہوتی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے میری امت کا پہلا اور پچھلا حصہ منتخب مسلمانوں کا ہے۔ اور درمیان میں سب درمیانہ قسم کے اور کجرو لوگ ہوں گے نیز حدیث میں آیا ہے کہ ایک دفعہ آپؐ نے آخری زمانہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس زمانہ میں دین کو قائم رکھنے والا ایسا ہوگا۔ جیسا انکار کو مٹھی میں پکڑنے والا۔ نیز حدیث میں آیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ آخری زمانے کا شہید میدانِ بدر کے شہیدوں کے برابر ہوگا۔

نیز ایک حدیث میں آیا ہے کہ کسی نے آپؐ سے ”غرائب“ کے معنی دریافت کئے تو آپؐ نے فرمایا:-

الذین یحبون ما | جو میری ان سنتوں کو
امات الناس من | زندہ کریں جن کو لوگ
سنتی | بھول جائیں

اور یہ جو آپؐ نے فرمایا ہے کہ میری امت کا بہترین گروہ میرے صحابہؓ کا گروہ ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ صحابہ کرامؓ ہر حیثیت سے

آخری زمانہ کے مسلمانوں سے بہتر ہیں۔ اور زمانہء مابعد کا کوئی شخص چاہے کتنا ہی بڑا عالم و فاضل، عابد و زاہد یا غازی و مجاہد بن جائے۔ ان کی فضیلتوں کو حاصل نہیں کر سکتا۔ مگر چونکہ آخری زمانہ کے لوگ ان کے نقش قدم پر چلیں گے اور درجے میں ان سے قریب ہوں گے۔ اس لئے آنحضرتؐ نے تقریبی طور پر فرمایا کہ نہیں کہا جاسکتا۔ کہ میری امت کا پہلا حصہ بہتر ہے یا پچھلا۔ یہ بالکل ایسی بات ہے جیسے کسی خوبصورت کپڑے کی تعریف میں کہا جائے کہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کی سیدھی طرف خوبصورت ہے یا الٹی۔ حالانکہ ایک طرف کو سیدھا کہنا خود اس بات کو بتاتا ہے کہ کہنے والا اسے زیادہ خوبصورت سمجھتا ہے۔

جن سانپ کی شکل میں

عتراض کہتے ہیں۔ تم روایت کرتے ہو۔ کہ جس نے انتقام کے ڈر سے سانپ کو قتل نہیں کیا وہ کافر ہوا۔ حالانکہ خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے :-

إِنْ تَجْتَنِبُوا كِبَا ثَرْمًا ۖ إِنَّكُمْ تَكْفُرُونَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ ۚ
اگر تم بڑے گناہوں سے اجتناب کرتے رہو تو ہم تمہارے معمولی قصور معاف کر دیں گے ۚ

پس اگر مان لیا جائے۔ کہ سانپ کو قتل نہ کرنا گناہ ہے۔ تو معمولی سا گناہ ہوگا۔ اس سے کوئی شخص کافر کیوں ہونے لگا۔ اور پھر تعجب یہ کہ ایک طرف تو تم کہتے ہو کہ جس نے کلمہ توحید پڑھ دیا وہ زنا کرے یا چوری کرے پھر بھی جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اور دوسری طرف صرف سانپ کو نہ

مارنے پر ایک شخص کو کافر کہہ دیتے ہو۔ کیا یہ صریح تناقض اور اختلاف نہیں ہے۔

مقتضیٰ اگر حدیث میں سے ”انتقام“ جواب والا حصہ نہ کاٹتا۔ تو اسے اعتراض کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی۔ اس حدیث میں مقصد سانپوں کو قتل کرنا نہیں ہے۔ بلکہ جاہلیت کے ایک غلط عقیدے کو دور کرنا ہے۔ اسلام سے پہلے عربوں کا خیال تھا کہ بعض اوقات جنات سانپ کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں (جیسے کہ ہندوستان میں بھی مشہور ہے) پس جو شخص ان کو قتل کر دے دوسرے جن اس کو قتل کر دیتے ہیں یا اس کو پاگل بنا دیتے ہیں یا اس کی اولاد کو قتل کر دیتے ہیں۔ اس عقیدے کے بارہ میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جس نے اس بات پر یقین رکھا اس نے کفر کیا۔

نیز سمجھ لینا چاہئے کہ کفر کی دو قسمیں ہیں۔ کفر بالاصل اور کفر بالفرع۔ یعنی جو شخص کسی مسلمہ اسلامی عقیدہ توحید۔ نبوت، ملائکہ، کتب، بعثت وغیرہ کا انکار کرے وہ قطعی کافر اور مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہے نہ اس کا جنازہ درست ہے اور نہ اس کا مال کسی مسلمان وارث کو مل سکتا ہے۔ اور جو شخص تاویل کی وجہ سے کسی ایک مسلمہ فرعی مسئلہ سے انکار کرے۔ اس پر بھی کفر کا اطلاق ہوگا۔ لیکن وہ مسلمانوں کی جماعت سے خارج نہیں سمجھا جائیگا اور نہ ہی اس پر کفار کے دوسرے احکام مرتب ہوں گے۔ بلکہ وہاں کفر کے معنی انکار کے سمجھے جائیں گے۔

سورج نکلنے وقت نماز کا حکم

اَذَانُ الْاِنْعَامِ وَلَا مَرْتَمٍ دلاؤں گا اور انہیں کہوں گا
فَلْيَغْيِرْ بَنَ خَلْقَ اللّٰہِ سو وہ جانوروں کے کان
چیریں گے اور انہیں کہوں گا سو وہ خلق خدا میں تغیر
تبدل کریں گے۔

اب ظاہر ہے کہ شیطان ہمارے سامنے تو آتا
نہیں۔ پس اگر وہ کسی نہ کسی طرح ہمارے دلوں
تک بھی نہ پہنچ سکے تو وہ ہمیں ان کاموں کے
کرنے پر مائل کیونکر کر سکتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ
جو شخص شیطان کے ان قوی کا انکار کرتا ہے۔
وہ دراصل قرآن مجید کی تصریحات کا انکار کرتا
ہے۔ اور اس کتاب میں ہم ایسے لوگوں سے
خطاب نہیں کرنا چاہتے۔

ہاں۔ اگر وہ ان تمام باتوں کو ماننے کے باوجود
یہ سمجھنا چاہتا ہے کہ حدیث کا صحیح مطلب کیا ہے
تو ہم اس کو بتائے دیتے ہیں۔ کہ سورج نکلنے
وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز
پڑھنے سے اس واسطے منع کیا ہے۔ کہ اس وقت
آفتاب پرست لوگ سورج کی عبادت کب
کرتے ہیں۔ سو آنحضرت ص نے فرمایا کہ اس وقت
چونکہ شیطان کی ترغیب سے لوگ سورج کو پوجتے
ہیں۔ اس لئے تم سجدہ مت کرو تا کہ کسی انجان
کو تمہارے معبود کے بارے میں التباس نہ
ہو جائے۔

ہاں حدیث میں "قرن" کا ذکر ضرور آیا ہے
لیکن قرن کے معنی سینگ کے نہیں ہیں۔ بلکہ سر
کے کنارے کو بھی قرن کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے
کہ شیطان سورج نکلنے وقت لوگوں کو اسی جگہ
کی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔ گویا خود ہی جا کر وہاں
کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور سورج کو سر پہ اٹھا کر ان کو

کہتے ہیں۔ تم روایت کرتے ہو۔ کہ آنحضرت ص
نے فرمایا ہے۔ کہ سورج شیطان کے دو سینگوں
(بَيْنَ قَرْنِي الشَّيْطَانِ) کے درمیان نکلتا
ہے اس لئے سورج نکلنے وقت نماز مت پڑھو۔
اس روایت میں ایک تو تم نے شیطان کے لئے
سینگ بنائے پھر ان سینگوں کو آسمان تک پہنچایا
پھر سورج کو جو زمین سے کئی گنا بڑا ہے۔ ان کے
درمیان گذارا۔ یہ سب صحیح۔ مگر دوسری طرف تم
یہ بھی تو روایت کرتے ہو۔ کہ شیطان انسان
کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا پھرتا ہے ایک
جگہ تو اسے اتنا بڑا دیا کہ سورج کو اس کے سینگوں
میں سے گذار دیا اور دوسری جگہ اسے اتنا باریک
بنا دیا کہ انسان کی رگوں میں دوڑا دیا۔ اور اگر یہ
دونوں ممکن بھی ہو جائیں تو جو شخص خدا کی عبادت
کر رہا ہے اسے کیا کہ سورج شیطان کے سینگوں
کے درمیان نکل رہا ہے یا کسی اور جگہ سے نکل رہا
ہے اس کو تو اپنے خدا سے کام ہے۔

جواب اگر یہ اعتراض انہوں نے اس لئے کیا ہے
کہ وہ شیطان اور جنات کے مستقل
وجود اور مختلف شکلیں اختیار کرنے کو تسلیم نہیں
کرتے۔ تو یہ لوگ متواتر احادیث کے علاوہ قرآن
شریف کے صریح ارشادات کا بھی انکار کرتے
ہیں۔ کیونکہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے
فرمایا ہے کہ شیطان بائیں سننے کے لئے آسمان
کے قریب جا کر بیٹھتا ہے اور فرشتے ان پر شہاب
مناقب پھینکتے ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے شیطان
کی زبانی بتایا ہے

لَا ضَلَّةَ لَهُمْ وَلَا مَتَابَعَهُمْ میں انہیں ضرور گمراہ کر دوں گا
اور انہیں جھوٹی آرزوئیں

میں ان کو کبھی کوئی اشکال پیش نہ آئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ لکھو کہا سال سے ہزار بار برابر سمندر میں گرتے رہتے ہیں۔ لیکن اس پانی سے سمندر کی مقدار میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا حالانکہ ان میں سے کسی ایک دریا کو بھی اگر ایک مہینہ کے لئے کسی ملک پر بھونچا دیا جائے۔ تو اس کی تمام بستیوں کو غرقاب کرنے کے لئے کافی ہو جائے گا۔ کیا ایسی قدرت رکھنے والا خدا ان دوسری باتوں پر قادر نہیں ہو سکتا۔

وہ خدا جس نے آنکھ کی چھوٹی ٹیسی پتلی میں یہ طاقت رکھی ہے۔ کہ وہ بیک وقت آدھے آسمان اور اس کے ہزاروں تاروں کو دیکھ سکے (جن میں ایک ایک تارہ زمین سے بڑا ہے) اور کمال یہ کہ آنکھ اٹھاتے ہی کروڑوں میل کی مسافت طے کر کے ان پر پڑ سکے۔ اس کی قدرت سے یہ بعید ہے کہ اس نے ایسے فرشتے پیدا کئے ہوں۔ جن کے ایک کندھے کی چوڑائی پانچ سو سال کے برابر ہو۔

بات یہ ہے۔ کہ ارباب بصیرت کے لئے کائنات کا ذرہ ذرہ عجائبات سے بھرا ہوا ہے اور اسی لئے ان کے نزدیک آنحضرتؐ کا کوئی فرمان بھی ایسا عجیب نہیں۔ کہ اس کو تسلیم کرنے میں تامل کیا جائے۔ اور جو عقل کی بیانی سے محروم ہیں۔ وہ جب سامنے پڑی ہوئی چیزوں کی طرف سے غافل ہو رہے ہیں۔ ان کے لئے عالم ماوراء مادہ یقیناً ایک سرستہ راز بلکہ لاینحل عقدہ ہے۔

(باقی آئے)

بتاتا ہے کہ اس کے سامنے جھکو۔ اور اس کی پرستش کرو۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اس قسم کے اعتراضات اس لئے وارد کرتے ہیں کہ وہ ان دیکھی چیزوں کو دیکھی ہوئی چیزوں پر اور روحانیت کو جسمانیات پر قیاس کرتے ہیں۔ جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ بعض فرشتوں نے عرش الہی کو کندھوں پر اٹھالیا ہے۔ اور ان کے پاؤں زمین کے پچھلے طبقے پر جمے ہوئے ہیں تو اسے اپنی محسوسات کے خلاف سمجھ کر انکار کر بیٹھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ پھر ان کے جسم ہم کو دکھائی کیوں نہیں دیتے؟

نیز جب ان سے کہا جاتا ہے کہ حضرت جبرئیل امینؑ آنحضرتؐ کی خدمت میں ایک دفعہ ایک اعرابی کی صورت میں ایک دفعہ حضرت وحیہ کلہی کی صورت میں ایک دفعہ ایک نوجوان کی شکل میں حاضر ہوئے۔ اور ایک دفعہ ایسی شکل میں نمودار ہوئے کہ اپنے دونوں بازوؤں سے مشرق و مغرب کے درمیانی افق پر چھائے ہوئے تھے۔ تو کہتے ہیں یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ ایک ذات اپنی شکل و صورت اور حجم کو اس طرح بدلتی رہے۔

ان کے اس انکار کی اصل وجہ یہی ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنی ذات میں ایسی باتیں نہیں پاتے۔ اور جو صفت ان میں موجود نہیں۔ اس کو کسی دوسری مخلوق میں پیدا کرنے پر ان کے نزدیک گویا خدا بھی قادر نہیں۔

میں کہتا ہوں۔ کہ اگر یہ لوگ اپنے پیش نظر مخلوق میں قدرت خداوندی کی نیرنگیاں ملاحظہ کریں۔ تو اس قسم کی احادیث کو ماننے

مرزا ئیا

مسٹر محمد علی صاحب امیر جماعت میثا لہور

سے ایک سوال

(از جناب مولانا محمد چراغ صاحب صدر مدرس سرسبز گوجرانوالہ)

تمہید مسٹر محمد علی صاحب لہوری اور میٹھا محمود صاحب قادیانی میں مرزا غلام احمد قادیانی کے فوت ہونے کے بعد کچھ دیر بعد ایک مسئلہ میں بھاری اختلاف پیدا ہوا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی پوزیشن متعین کرنے میں دو نو طرف سے چل پڑی درحقیقت دو نو فریق میں کفر و اسلام کے بنیادی مسئلہ کا اختلاف ہے۔ کیونکہ جس طرح غیر نبی کو نبی ماننا کفر ہے ویسے ہی نبی کو نبی نہ ماننا اور اس کا انکار کرنا بھی موجب کفر ہے مسٹر محمد علی صاحب صوف کا دعویٰ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اس حیثیت کا نبی نہیں جس حیثیت میں گذشتہ انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام ہو گذرے ہیں اور میٹھا صاحب کے خیال میں مرزا جی کی نبوت گذشتہ انبیاء کی نبوتوں سے کسی طرح کم نہیں بلکہ کچھ زیادہ وزنی ہے۔

اب رہے خود مرزا جی آنجنابی تو ان کی معجون مرکب تصانیف سے دونوں فرقوں کو کافی مواد مل جاتا ہے خصمین کے مطلب کا سامان بہم پہنچ جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ مرزا جی کے براہ راست تشریفات یافتہ اور ان سے بالمشافہ گفتگو کرنے والے ان سے بلا واسطہ تعلیم حاصل کرنے والے کفر و اسلام جیسے مسئلہ۔

میں مختلف نظر آتے ہیں۔ اگر مرزا جی نے اپنی مراد کو یکرنگی سے پیش کیا ہوتا تو ان کے بلا واسطہ شاگردوں میں اس قسم کا اختلاف ہونے کی کوئی وجہ جواز نہ تھی تاریخ عالم اس قسم کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے مگر کیا کیا جائے پیرومرشد نے ہی دو بیڑیوں میں پاؤں رکھے ہوئے ہیں۔ مرزا جی کی دورنگی اسی ایک بات میں ہی نہیں بلکہ ہر بنیادی مسئلہ میں یہی دورنگی چال چلی گئی ہے۔ کوئی سا ایک مسئلہ اٹھا کر دیکھ لو اس میں دونوں پہلو نمایاں نظر آویں گے حیات و وفات مسیح علیہ السلام دونوں کے لئے مواء موجود ہے ختم نبوت اور بقا نبوت دونوں پہلو ان کی تصانیف میں خوب واضح ملتے ہیں۔ اپنے وقت کے مسلمانوں کے متعلق مؤمن و کافر کے تعلق دونوں قسم کے فتوے موجود ہیں۔ خود اپنی حیثیت اور پوزیشن کو تو ایسا گورکھ دھندا بنا ڈالا کہ مذکر و مؤنث تک کی تمیز دشوار۔ کہیں تحت الثریٰ میں ہیں تو دوسری جگہ عرش معلیٰ پر متمکن نظر آتے ہیں کہیں ۵

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں ہوں بشر کی جلے نفرت اور انسانوں کی عار کی صدائے خاکساریت ہے تو دوسری جگہ رائیبتی

انکار کرتے بلکہ مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے تھے تو کیا آپ کفر کے فتویٰ کے ماتحت نہیں آتے؟ یقیناً اگر نبی اپنی نبوت کا انکار کرے تو وہ سب بڑھ کر کافر ہے کیونکہ دوسروں کو کہنے والا تو انسان ہے مگر اسے خود خدا کہتا ہے (مسیح موعود اور ختم نبوت ص ۱۷۷ کا حاشیہ مولفہ مسٹر محمد علی صاحب لاہوری)

”تم ایسے عہدیدار کو کیا کہو گے جس کو اسکے افسر نے ایک عہدہ پر مامور کر کے بھیجا اور وہ پندرہ سال تک یہ سمجھا ہی نہیں کہ میرا عہدہ کیا ہے ایک تھانہ میں سب انسپکٹر کو بھیجا اور وہ خیال کرتا رہا کہ میں کانسٹبل ہوں کیا ایسے شخص کو مجنون کہو گے یا کچھ اور؟“ (النبوة فی الاسلام ص ۱۷۷ مولفہ مسٹر محمد علی صاحب لاہوری)

دونوں عبارتیں مسٹر موصوف کی طرف سے انکی تصنیفات میں شائع ہو چکی ہیں جن کا مطلب بالکل واضح ہے۔ خلاصہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ نبی کی نبوت کا انکار اگر کوئی امتی کرے تو وہ کافر ٹھہرتا ہے لیکن جب نبی باوجودیکہ خدا تعالیٰ نے اس کو نبی بنایا ہو وہ اپنی نبوت کا انکار بڑی سختی سے کرتا رہے تو وہ کافر ہی نہیں بلکہ اکفر ٹھہرتا ہے کالا کافر ہوگا کیونکہ امتی کو اطلاع دینے والا تو انسان یعنی خود نبی ہے۔ لیکن نبی کو اطلاع دینے والا اس کا خدا ہے۔ نیز جب خدا تعالیٰ نے مرزا قادیانی کو تو نبی کر کے بھیجا۔ نبی کے نام سے پکارا منصب نبوت پر مقرر کیا مگر مرزا قادیانی اس کا انکار کرتا رہا تو اس کی مثال یوں سمجھئے کہ کسی سب انسپکٹر کو اس کے بالائی افسروں نے تو اس کو سب انسپکٹر کر کے بھیجا ہو مگر وہ اپنے متعلق بار بار تصریحی اعلانات اور اطلاعات کے باوجود خود کو کانسٹبل سمجھ رہا ہو جس طرح اس سب انسپکٹر کے

فی المنام عین اللہ کی رٹ لگا لگا کر اظہار تعلی ہو رہا ہے۔ خیر یہ تو ان کی دورنگی ہوئی۔ مجھے اس صحبت میں یہ گذارش کرنا ہے کہ مسٹر محمد علی صاحب لاہوری کی نظر میں مرزا جی نبوت کے منصب پر متمکن نہیں اور میاں صاحب کے زعم میں وہ مسیح اور مسیح نبی ہیں۔ اس پر طرفین سے کتابیں اور رسائل لکھے جا چکے ہیں۔

سوال کی بنیاد مسٹر محمد علی صاحب موصوف کا دعویٰ نہیں کیا۔ میاں صاحب موصوف نے جواب دیا کہ واقعی مرزا صاحب کا ابتداء میں تو نبوت کا دعویٰ نہ تھا مگر بعد میں قریباً ۱۹۱۰ء کے بعد انہوں نے نبوت کا دعویٰ کر ہی دیا وجہ یہ کہ مرزا جی کو پہلے نبی کی تشریف کا علم نہ تھا وہ نہ جانتے تھے کہ نبی کون ہوتا ہے۔ مگر بعد میں ان کو نبی کی تشریف معلوم ہو گئی تو پھر سمجھ میں آیا کہ میں تو واقعی سچ نبی ہوں اس لئے بعد میں نبوت کا دعویٰ کر دیا (دیکھو حقیقۃ النبوة ص ۱۲۱-۱۲۲ مولفہ میاں صاحب قادیانی) اسپر مسٹر موصوف نے ایک نہایت معقول اعتراض کیا جس کا جواب میاں صاحب کے پاس واقعی نہیں اور نہ ہی ہو سکتا ہے مسٹر موصوف کے الفاظ یہ ہیں:-

”یہ بات مان کر کہ ایک زمانہ میں حضرت مسیح موعود

اپنی نبوت کا انکار کرتے تھے حالانکہ نبی تھے میاں

محمود احمد صاحب حضرت صاحب (مرزا غلام احمد

قادیانی۔ ناقل) کو ایک خطرناک فتویٰ کے ماتحت

لاتے ہیں جس کی طرف ان کی توجہ شاید اب تک

نہیں ہوئی اور وہ یہ کہ نبی کی نبوت سے انکار

کفر ہے پس اگر حضرت صاحب کو خدا نبی کہتا تھا

اور آپ فی الواقع نبی تھے مگر بائیں زور نبوت سے

متعلق یقیناً احمق اور بے وقوف ہونے کا فتویٰ صادر ہوگا۔ اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ سخت فتویٰ اس شخص کے متعلق صادر ہوگا۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے تو نبی بنا کے بھیجا ہو اور اس پر نازل شدہ الہام میں اس کو بار بار نبی ہونے کی اطلاع دی گئی ہو مگر وہ خود کو امتی ہی تصور کرتا رہا ہو۔

اصل سوال اس کے بعد میں مسٹر موصوف سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کا اعتراض میاں محمود صاحب پر مرزاجی کی نبوت کے بارے میں ہے مگر یہی سارا سوال دونوں عبارتوں کو سامنے رکھ کر آپ سے مرزا کی مسیحیت (مسیح موعود ہونے کے دعویٰ) کے متعلق چسپاں کر دیا جائے تو آپ اس کا کیا جواب دیں گے۔ کیونکہ مرزاجی کی مسیحیت (مسیح ہونے کا دعویٰ) تو آپ کو اور میاں صاحب کو بالاتفاق مسلم ہے۔ لاہوری اور قادیانی دونوں اس پر متفق ہیں کہ مرزاجی مسیح موعود ہیں مگر مرزاجی کی پوزیشن مسیح موعود کے دعویٰ میں بھی بالکل حرف بحرف دعویٰ نبوت کی سی ہے انکا اقرار ہے کہ مجھے مدت تک (بارہ سال) اللہ تعالیٰ کی وحی مسیح موعود ٹھراتی رہی مگر میں اس کو نہ سمجھا میں اس کا برابر انکار کرتا رہا اس کا ثبوت خود مرزاجی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو:-

”پھر میں قریباً بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شد و مد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور میں حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جا رہا۔ جب بارہ برس گزر گئے تب وہ وقت آیا کہ میرے پر اصل حقیقت کھول دی جائے تب تو اتر سے

اس بارہ میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔ اگر یہ کاروبار انسان کا تھا اور انسانی منصوبہ اس کی جڑ ہوتی تو میں براہین احمدیہ کے وقت میں ہی یہ دعویٰ کرتا کہ میں مسیح موعود ہوں مگر خدا نے میری نظر کو پھیر دیا میں اس وحی کو نہ سمجھ سکا کہ وہ مجھے مسیح موعود بناتی ہے یہ میری سادگی تھی جو میری سچائی پر ایک عظیم الشان دلیل تھی۔“ (اعجازِ وحی) کیا آپ کے دونوں اعتراض مرزاجی کے دعوے مسیحیت پر بھی وارد ہوتے ہیں یا نہ۔ مرزاجی کو خدا تعالیٰ بڑی شد و مد سے براہین مسیح موعود ٹھہراوے مگر مرزاجی کو خبر تک نہ ہو خدا کی وحی سے غافل رہیں ایسے ملہم کے متعلق آپ کا کیا فتویٰ ہے کیا اس سب انسپکٹر والا فتویٰ یہاں بھی صادر ہوگا یا نہ؟ پھر لطف یہ کہ مرزاجی کہتے ہیں کہ خدا نے میری نظر کو پھیر دیا آپ ہی فرمادیں کہ اس دماغ کا انسان بھی ملہم و مامور ہو سکتا ہے۔ نیز کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ بار بار مرزاجی کو شد و مد سے مسیح موعود ٹھہراوے اور ساتھ ہی ساتھ ان کی نظر کو بھی پھیرنا چلا جاوے کہ کہیں ملہم کو الہام کا مطلب نہ سمجھ آجاوے۔ اس کے علاوہ لطف پر لطف یہ کہ مرزاجی کی بقول آپ کے یہی مجنونانہ حرکت مرزاجی کی صداقت کی عظیم الشان دلیل ٹھہری غالباً اسی قسم کی دلیلیں ہوں گی جنہوں نے آپ ایسے لوگوں کو گرویدہ بنا رکھا ہے ورنہ خدا لگتی کہنا کہ اس کو آپ کے قول کے مطابق احمقانہ حرکت کہا جائے یا عظیم الشان صداقت کی دلیل؟

پھر سب سے تعجب یہ کہ مرزاجی کو سمجھ نہ آیا کہ خدا تعالیٰ ان کو مسیح موعود ٹھہرا رہا ہے مگر ان کے مخالفین

آپ سے گزارش ہے کہ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ اس کا کوئی معقول جواب ہے تو اس کو ضرور اپنے اخبار پیغام میں شائع کریں ورنہ یہ میرا اعتراض ایسا قرض ہے کہ جس سے ساری امت مرزائیہ سبکدوش نہیں ہو سکتی۔

اعتراض یہ ہے کہ مرزا جی اعجاز احمدی ص ۱ کی عبارت میں تحریر کرتے ہیں کہ بارہ برس تک مجھے علم نہ ہوا کہ میں مسیح موعود ہوں نہ مجھے یہ علم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بقید حیات نہیں بلکہ فوت ہو چکے ہیں اور وہ دوبارہ دنیا میں تشریف نہیں لائیں گے۔ بارہ برس تک میں حیات مسیح کا قائل رہا۔ خلاصہ یہ کہ مرزا جی جس تعلیم کے لئے آئے یعنی اثبات وفات مسیح علیہ السلام اسی میں بارہ برس تک الٹے راستے چلتے رہے۔ اور اتنی طویل مدت یعنی بارہ برس تک اپنے دعویٰ کے متعلق بھی غلطی پر رہے خود کو مسیح موعود نہ مانتے تھے حالانکہ اسی کتاب کے ص ۲۳-۲۶ پر ہے:-

”بعض کا یہ خیال ہے کہ اگر کسی الہام کے سمجھنے میں غلطی ہو جاوے تو امان اٹھ جاتا ہے۔ اور شک پڑ جاتا ہے کہ شاید اسی نبی یا رسول یا محدث نے اپنے دعویٰ میں بھی دھوکا کھایا ہے“ (اعجاز احمدی ص ۲)

”اصل بات یہ ہے کہ جس یقین کو نبی کے دل میں اس کی نجات کے بارے میں بٹھایا جاتا ہے وہ دلائل تو آفتاب کی طرح چمک اٹھتے ہیں اور اس قدر قوت سے جمع ہوتے ہیں کہ وہ امر بدیہی ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔ پس ایسا ہی نبیوں اور رسولوں کو ان کے دعوئے کے متعلق اور ان کی تعلیموں کے متعلق بہت

اسی وقت بھانپ گئے کہ یہ مسیح موعود بننے کے پتھرے جمائے جا رہے ہیں وہ اول و ہلہ میں معلوم کر لیتے ہیں کہ مرزا جی خود کو مسیح موعود بنانے والے ہیں وہ بھانپنے والے کون ہیں وہ مولوی محمد۔ مولوی عبد الغزیز مولوی عبد اللہ صاحبان لودی انوسی ہیں یہ شہادت کسی اور سے نہیں مرزا جی کی زبانی ہی پیش کر دیتا ہوں ان سے زیادہ ثقہ آپ کے ہاں اور کون ہوگا مرزا جی اسی کتاب کے ص ۱ پر یعنی دو صفحہ بعد لکھتے ہیں:-

”غرض براہین احمدیہ میں حضرت عیسیٰ کی دوبارہ آمد کا ذکر ایک نادان کو اس وقت دھوکا دے سکتا تھا جبکہ براہین احمدیہ میں میرے مسیح موعود ہونے کی نسبت کچھ ذکر نہ ہوتا مگر وہ ذکر تو ایسا صاف تھا کہ لدھیانہ کے مولویوں محمد اور عبد الغزیز اور عبد اللہ نے اسی زمانہ میں اعتراض کیا تھا کہ یہ شخص اپنا نام عیسیٰ رکھتا ہے اور عیسیٰ کی نسبت جس قدر پیشگوئیاں ہیں وہ سب اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔“ (اعجاز احمدی ص ۹)

عبارت کا مطلب بالکل واضح ہے کہ مرزا جی کے مسیح موعود بننے کے پتھرے کو لو دیا نہ کہ حضرت مولوی صاحبان اسی وقت بھانپ گئے تھے مگر مرزا جی کے دماغ میں یہ بات نہ آسکی کہ وہ مسیح موعود بنائے جا رہے ہیں۔

ایک سنگین اعتراض اس جگہ مجھے مرزا جی پر ایک نہایت سنگین اعتراض ہے جس کا تعلق مرزا جی اور ان کی ساری امت لاہوری اور قادیانی سے ہے جس کا جواب مجھے آج تک نہ لاہور سے ملا اور نہ قادیان سے میری

یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے۔ جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے۔ اور پہلے نبیوں کی کتاب میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لئے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے۔ کافر ہے۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو دو نو قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔“ (حقیقۃ الوحی ص ۱۸)

”جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانے وہ کافر ہے۔ مگر جو مہدی اور مسیح کو نہ مانے اسکا بھی سلب ایمان ہو جاتا ہے۔ انجام ایک ہی ہے۔“ (فتاویٰ احمدیہ ص ۲۹)

”جبکہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پونجی ہے۔ اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں“ (ہنج المصلی ص ۱۲)

تینوں عبارتیں صاف بتلا رہی ہیں کہ مسیح موعود کا منکر بھی ویسے ہی کافر ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ امید کہ سوال کا جواب سوچکر کسی قریب ترین فرصت میں دیں گے۔

مژدہ جانقرا

حکومت پنجاب نے ۸ دسمبر ۱۹۰۵ء سے حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بگوی امیر حزب الانصار کے خلاف زبان بندی وغیرہ کے احکام واپس لے لئے ہیں اب حضرت مولانا مدوح پر کسی قسم کی پابندی حکومت پنجاب کی طرف سے عائد نہیں۔ فالحمد للہ علی ذلک (بیٹ)

نزدیک سے دکھایا جاتا ہے اور اس میں اس قدر توازن ہوتا ہے جس میں شک باقی نہیں رہتا“ (ضمیمہ نزول مسیح ص ۲)

اب آپ سے اور ساری امت مرزا ئیہ سے سوال یہ ہے کہ مرزا جی کو اتنی طویل مدت بارہ برس تک اپنے دعویٰ سے متعلق کیوں شک رہا اور جس تعلیم کے لئے بزم خود وہ آئے تھے یعنی وفات مسیح علیہ السلام اس میں کیوں بارہ برس تک غلطی میں پھنسے رہے۔ حالانکہ ان دونوں باتوں میں ان کو غلطی نہ لگنا چاہئے تھی آپ ان دونوں عبارتوں ص ۲۹۲۲ میں تطبیق دے کر کچھ جواب دے سکتے ہیں تو تحریر میں لاویں ورنہ مرزا ئیت کی ساری عمارت بنیاد سے گری پڑی ہے۔ سار کا سارا مکان دھڑام سے زمین پر آ پڑا ہے مرزا جی کے دعویٰ اور مسئلہ حیات و وفات مسیح علیہ السلام کے لئے یہی دو عبارتیں فیصلہ کن ہیں اس سنگین اعتراض کے متعلق اور بھی کچھ عرض کروں گا بشرطیکہ آپ نے اس کی طرف توجہ فرمائی اور خامہ فرسائی کی زحمت گوارا کی۔

اب اصل سوال کے متعلق ایک چیز رہ جاتی ہے وہ یہ کہ شاید آپ سمجھیں کہ مسیحیت کے مسئلہ کی حیثیت نبوت کے مسئلہ کی سی نہیں یعنی نبوت کا منکر کافر ہے مگر مسیحیت کو یہ پوزیشن حاصل نہیں تو اس کے متعلق ابھی سے سن لیجئے۔ کہ مرزا جی کے نزدیک مسیحیت کی پوزیشن نبوت سے جدا گانہ نہیں مرزا جی کی نظر میں جیسے نبوت کا منکر کافر ہے ویسے ہی مسیح موعود کا منکر بھی کافر ہے وہ خود لکھتے ہیں :-

”کفر دو قسم پر ہے ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا دوسرے

بعض سوالات کے جوابات

(از حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بگوتی)

۱۔ یزید اگر خلیفہ ظالم تھا تو علمائے اسلام نے خلفاء کی فہرست میں حضرت امام حسین کا نام کیوں نہ لکھا؟ (کبیر الدین از بنارس)

الجواب۔ خلیفہ سے مراد پادشاہ ہے اور چونکہ دنیوی و ظاہری پادشاہت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو حاصل نہیں ہوئی اس لئے آپ کو پادشاہت کے معنی میں خلیفہ نہیں کہا جاسکتا۔

۲۔ از روئے حدیث مسلم جلد ۲ ص ۱۱۹ لا یزال الاسلام عن یزید الی اثنی عشر خلیفۃ۔ علمائے اسلام نے یزید کو ان خلفاء میں شمار کیا ہے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظالم خلیفہ کی تعریف فرمائی ہے (۱)۔

الجواب۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس بارہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”اس بارہ میں جو احتمالات ہیں ان میں سے ظاہر نظر میں زیادہ مشہور ایک احتمال معلوم ہوتا ہے اور فرین حدیث کے ائمہ مثل تورشیتی اور قاضی عیاض اور ان کے تابعین مثلاً شیخ محقق مولانا عبدالحق دہلوی وغیرہ علمائے کبار رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس احتمال کو اختیار کیا ہے اور امام نوویؒ کا بھی میلان شرح صحیح مسلم میں اسی جانب معلوم ہوتا ہے وہ احتمال یہ کہ خلفاء سے مراد وہ بارہ خلیفہ منصف مزاج ہیں جن لوگوں کے ذریعہ سے ان مقامات میں کہ وہاں جہالت شائع

ہو دین اسلام رواج پاوے اور قائم ہو اور برکت غنائم کے احکام جاری کئے جائیں۔ اور وہ لوگ صاحب بطنام ہوں اور یہ اتفاق اسلام نبوت کی خلافت کے والی اپنے استحقاق کے ذریعہ سے ہو ہوں۔ ایسا نہیں کہ بطریق تغلب باوجود اختلاف اہل اسلام کے خود اپنے کو وہ لوگ خلیفہ قرار دیں اور یہ ضرور نہیں کہ وہ سب خلفاء پے درپے ہوں اور یکے بعد دیگرے احکام کو جاری کریں بلکہ خلفائے راشدین کے زمانہ خلافت سے قریب قیامت تک یہ سب بارہ خلیفہ ہوں گے منجملہ انکے بعض خلفاء مثلاً خلفائے اربعہ رض اور حضرت امام حسن رض اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رض خلیفہ ہو چکے ہیں اور ان صاحبوں نے خلافت کے کام کو انجام دیا اور جملہ بارہ خلفاء کی تعداد قریب قیامت تک کامل ہوگی۔ اور اس حدیث کے اکثر طریقوں سے اور بعض دوسری حدیثوں سے اس بیان کی تائید ہوتی ہے۔ منجملہ ان کے صحیح مسلم کی یہ حدیث ہے لا یزال الدین قائماً حتی تقوم الساعة ویکون علیہم اثنا عشر خلیفۃ۔

(فتاویٰ عزیزیہ جلد اول ص ۸)

اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ الخلفاء میں قاضی عیاضؒ کی اس تشریح کے متعلق تحریر فرماتے ہیں قال شیخ الاسلام

ابن حجر فی شرح البخاری کلام القاضي عیاض احسن
ما قبل فی الحدیث و اسراج التائید کا بقولہ فی
بعض طرق الحدیث الصبیحة کلہم یجتمع علیہ
الناس۔ یعنی قاضی عیاض نے اس حدیث کے
بارہ میں جو کچھ بیان کیا ہے اس کو علامہ ابن حجر نے
احسن اور ارجح قرار دیا ہے کیونکہ صحیح احادیث کے
بعض طرق سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ آگے چل کر
علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء کے ص ۱۶ پر فرماتے ہیں۔
وقیل ان المراد وجود اثنی عشر خلیفۃ فی جمیع مڈ الاسلام
الی یوم القیمۃ یعلمون بالحق وان لم تتوال ایامہم
و یؤید ہذا الامۃ حتی یکون منها اثنی عشر خلیفۃ
کلام یعمل بالہدی و دین الحق منہم رجلا من اہل
بیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ لہذا علامہ سیوطی کے نزدیک
بھی یہی احتمال صحیح ہے اور جن لوگوں نے یزید کو ان
خلفاء میں شمار کیا ہے وہ حق پر نہیں ہیں انہوں نے
حدیث کا مطلب صرف یہی سمجھا کہ ان خلفاء کے زمانہ
میں اسلام کو کفار پر غلبہ رہے گا اور لوگ رضا کیساتھ
یا جبراً ان کی خلافت پر متفق ہو جائیں گے۔ حالانکہ
دوسری صحیح احادیث کی روشنی میں یہ مطلب صحیح نہیں
ان خلفاء کا پلے درپلے ہونا ضروری نہیں قیامت تک
ایسے بارہ خلیفے ہونگے اور ان کی اطاعت پر امت کا اجماع
ہوگا ان میں سے چھ خلیفے (ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی۔ حسن۔ حسین)
عنہم و عمر ابن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ) گذر چکے ہیں اور بعض
ان میں خلیفہ مہدی عباسی کو بھی شامل کرتے ہیں واللہ
اعلم بالصواب۔

۳۔ یزید اگر فاسق تھا جو حضرت امیر معاویہ رضی
عنہ جیسے مجتہد مطلق نے اسے اپنا جانشین کیوں بنایا
(سائل مذکور)

الجواب۔ علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

۴۔ سے نکلے تھے کہ یزید کا تسلط دفع کریں یعنی اس کا تسلط نہ ہونے پلے یہ غرض نہ تھی کہ اس کا تسلط رفع کریں یعنی یہ امر نہ تھا کہ یزید

یزید بن معاویہ حضرت عثمان غنی کے زمانہ خلافت میں پیدا ہوا
اس لئے باتفاق علماء صحابہ میں سے نہیں تھا نہ ہی دین اور
تقوے کیساتھ مشہور ہے نوجوان مسلمانوں میں سے تھا کافر
اور زندگی نہ تھا اپنے باپ کے بعد مسند نشین ہوا اس پر
بعض مسلمان راضی تھے بعض ناراض۔ اس میں سخاوت
اور شجاعت بھی تھی۔ فواحش کا مرتکب نہیں تھا جیسا کہ
اس کے دشمن اس کی نسبت مٹہر کرتے ہیں (اردو)
ترجمہ الوصیۃ الکبریٰ ص ۱۶) الغرض حضرت امیر معاویہ رضی
عنہ کے زمانہ میں یزید سے فواحش و منکرات کا ظہور نہ ہوا تھا۔
اسلئے آپ نے اپنی رائے سے اسے اپنا جانشین تجویز کیا اس
معاملہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خطا پر تھے اور
مجتہد سے کبھی خطا بھی سرزد ہو جاتی ہے مگر وہ اس معاملہ
میں شرعاً معذور نہیں ہوتا۔

۴۔ صحابہ کرام کی اکثریت اور حضرت عبداللہ ابن عمر
وغیرہم یزید کی بیعت پر متفق ہو چکے تھے اور انہوں نے
اسکے احکام کی اطاعت کی کیا فاسق کی اطاعت جائز ہو؟ (رد)

الجواب۔ ہدایہ میں ہے یجوز التقلید من السلطان
الجائز کما یجوز من العادل ولا ینعزل الامام بالفسق
والجور۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مشکوٰۃ
شریف میں جو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ
وقت کی بغاوت اور اسکے ساتھ مقابلہ کرنے سے منع فرمایا
اگرچہ وہ مسلمان بادشاہ ظالم ہو تو یہ حکم اس وقت ہے
جب بادشاہ ظالم کا کامل تسلط ہو گیا ہو اسکے تسلط میں
کسی کو نزع نہ ہو کوئی اس کا مزاحم نہ ہو اور (یزید کے
ابتدائی دور میں) ابھی مدینہ منورہ۔ مکہ معظمہ اور کوفہ کے
لوگ یزید کے تسلط پر راضی نہ تھے اور حضرت امام حسین
اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ ابن عمر
اور حضرت عبداللہ ابن زبیر وغیرہ صحابہ نے یزید کی بیعت
قبول نہ کی تھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اس غرض سے

ملاحظات

مجلس مرکزی حزب الانصار کی اطلاع

ثابت ہوئی ۱۶ نومبر کو بھوپال میں بھی جلسہ ہوا جس میں ہر دو اصحاب نے تقریریں فرمائیں۔

ماہ دسمبر ۱۹۴۱ء میں مولوی منیر شاہ صاحب نے چٹا چاودہ وغیرہ کے علاقہ کا تبلیغی دورہ کیا مولوی صاحب موصوف دو ماہ اپنے وطن میں رخصت لے کر مقیم رہے ہیں اس لئے ماہ اکتوبر و نومبر میں کسی مقام کا دورہ نہیں کر سکے۔

دارالافتاء کی تعمیر دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ کے دارالافتاء کی تعمیر عرصہ سے رکی ہوئی ہے ماہ ستمبر ۱۹۴۱ء میں دریا جہلم کے سیلاب کی وجہ سے اسکے شمالی احاطہ کی دیوار گر گئی تھی اس دیوار کی جدید تعمیر پر کافی روپیہ صرف ہو چکا ہے حزب الانصار پر اس ناگہانی بار کا اثر کارکنوں کو سختی سے محسوس ہوا

جامع مسجد بھیرہ کی مرمت۔ جامع مسجد بھیرہ کی ضروری مرمت کا کام بھی ماہ نومبر و دسمبر میں جاری رہا اندرونی صحن میں کنکریٹ کا فرش بچھا دیا گیا ہے بیرونی صحن کے فرش کے لئے ارباب کرم کی توجہ درکار ہے علاوہ ازیں

بھی مرمت کا فیروری کام درپیش ہے۔ کاغذ کی ہوش رہا گرانی۔ کاغذ کی قیمت میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے اور شمس الاسلام کی توسیع اشاعت یا آمد کی طرف ابھی تک قارئین نے کماحقہ توجہ نہیں کی حزب الانصار کے غریب کارکن بے سرو سامانی کے عالم میں شمس الاسلام کو ہر حالت میں جاری رکھنا چاہتے ہیں مگر ہم جملہ معاونین قارئین سے اس بارہ میں مشورہ طلب کرنا چاہتے ہیں اگر ہمارے ناظرین کی اکثریت شمس الاسلام کے جاری رہنے کو پسند نہیں کرتی۔

اور اپنے عمل و حرکت سے اس کی اعانت کا اقدام اسے گوارا نہیں تو کارکنان حزب الانصار بھی اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنے کیلئے مجبور ہو جائیں گے جملہ قارئین اس بارہ میں اپنی آراء سے مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔

۱۔ مؤرخ یکم و ۲ نومبر کو بمقام کوٹ مومن ضلع شاہ پور بھدر حضرت مولانا محمد حنیف صاحب امیر جماعت رفیق الاحناف شاندار جلسہ منعقد ہوا رفیق الاحناف کے کارکنوں نے بہت سہرگرمی سے جلسہ کو کامیاب بنانے میں حصہ لیا مولانا لال حسین صاحب اختر مولانا محمد اشرف صاحب ہزاروی مولانا نذر احمد صاحب نعیمی مولانا محمد حسین صاحب شوق و مولانا حاجی افتخار احمد صاحب بگوی کی بصیرت افزا تقریر ہوئیں۔

۲۔ مورخہ ۱۳ و ۱۴ نومبر کو بمقام وار برٹن ضلع شیخوپورہ حزب الانصار وار برٹن کا پہلا تبلیغی جلسہ منعقد ہوا جس میں پیر زادہ مولانا محمد بہاء الحق صاحب قاسمی مولانا عبدالعزیز صاحب خطیب میانمیر۔ مولانا ماسٹر محمد بخش صاحب مستم بی اے لاہوری و دیگر علمائے کرام کی تقریر ہوئیں۔ حزب الانصار وار برٹن کے کارکنوں میں سے ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب مولانا خان محمد صاحب حاجی نور احمد صاحب وغیرہم کی مساعی جلیلہ سے جلسہ بے حد کامیاب رہا ۳۔ ۱۶ و ۱۷ نومبر کو بمقام بھرتھ ضلع شیخوپورہ تبلیغی جلسہ منعقد ہوا جس میں مولوی جیرا غدین صاحب و دیگر علمائے کرام احکام اسلام کی تبلیغ کا حق ادا کیا۔

۴۔ ۱۵ و ۱۶ نومبر کو بمقام نور پور پٹیختی ضلع جہلم تبلیغی جلسہ منعقد ہوا جس میں علاقہ کہون۔ ونہار وغیرہ کثیر التعداد اشخاص شامل ہوئے مولانا حاجی افتخار احمد صاحب بگوی اور مولانا نذر احمد صاحب نعیمی کی تقریر بے حد موثر و دل نشین

سالانہ جلسہ مجلس مرکزی حزب الانصار کا سالانہ جلسہ ماہ مارچ ۱۹۴۲ء کے آخری عشرہ میں منعقد ہوگا تاریخوں کی تعیین کا

۱۵ و ۱۶ نومبر کو بمقام نور پور پٹیختی ضلع جہلم تبلیغی جلسہ منعقد ہوا جس میں علاقہ کہون۔ ونہار وغیرہ کثیر التعداد اشخاص شامل ہوئے مولانا حاجی افتخار احمد صاحب بگوی اور مولانا نذر احمد صاحب نعیمی کی تقریر بے حد موثر و دل نشین

۱۵ و ۱۶ نومبر کو بمقام نور پور پٹیختی ضلع جہلم تبلیغی جلسہ منعقد ہوا جس میں علاقہ کہون۔ ونہار وغیرہ کثیر التعداد اشخاص شامل ہوئے مولانا حاجی افتخار احمد صاحب بگوی اور مولانا نذر احمد صاحب نعیمی کی تقریر بے حد موثر و دل نشین

۱۵ و ۱۶ نومبر کو بمقام نور پور پٹیختی ضلع جہلم تبلیغی جلسہ منعقد ہوا جس میں علاقہ کہون۔ ونہار وغیرہ کثیر التعداد اشخاص شامل ہوئے مولانا حاجی افتخار احمد صاحب بگوی اور مولانا نذر احمد صاحب نعیمی کی تقریر بے حد موثر و دل نشین

۱۵ و ۱۶ نومبر کو بمقام نور پور پٹیختی ضلع جہلم تبلیغی جلسہ منعقد ہوا جس میں علاقہ کہون۔ ونہار وغیرہ کثیر التعداد اشخاص شامل ہوئے مولانا حاجی افتخار احمد صاحب بگوی اور مولانا نذر احمد صاحب نعیمی کی تقریر بے حد موثر و دل نشین

۱۵ و ۱۶ نومبر کو بمقام نور پور پٹیختی ضلع جہلم تبلیغی جلسہ منعقد ہوا جس میں علاقہ کہون۔ ونہار وغیرہ کثیر التعداد اشخاص شامل ہوئے مولانا حاجی افتخار احمد صاحب بگوی اور مولانا نذر احمد صاحب نعیمی کی تقریر بے حد موثر و دل نشین

۱۵ و ۱۶ نومبر کو بمقام نور پور پٹیختی ضلع جہلم تبلیغی جلسہ منعقد ہوا جس میں علاقہ کہون۔ ونہار وغیرہ کثیر التعداد اشخاص شامل ہوئے مولانا حاجی افتخار احمد صاحب بگوی اور مولانا نذر احمد صاحب نعیمی کی تقریر بے حد موثر و دل نشین

۱۵ و ۱۶ نومبر کو بمقام نور پور پٹیختی ضلع جہلم تبلیغی جلسہ منعقد ہوا جس میں علاقہ کہون۔ ونہار وغیرہ کثیر التعداد اشخاص شامل ہوئے مولانا حاجی افتخار احمد صاحب بگوی اور مولانا نذر احمد صاحب نعیمی کی تقریر بے حد موثر و دل نشین

تبلیغی کتابیں

کشف التلبیس مصنفہ مولانا سید ولایت حسین شاہ صاحب دیوری۔ یہ کتاب شیعوں کے مشہور رسالہ "نور ایمان" کے جواب میں لکھی گئی ہے شیعوں کا یہ رسالہ لاکھوں کی تعداد میں طبع ہو کر ہزار ہائی نوجوانوں کی گمراہی کا باعث بن چکا ہے شیعہ رؤسا کی طرف سے سنیوں میں مفت تقسیم ہوتا رہتا ہے۔ شیعوں کی اس ظلمت کفر کا عقلی و نقلی دلائل سے مہذب پیرایہ میں تبلیغ رد اس کتاب میں موجود ہے شیعوں کے تمام مطاعن و اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں قیمت حصہ اول ۴۰۰ حصہ دوم ۶۰۰ حصہ سوم ۴۰۰ مکمل طلب کرنے پر ۱۲۰ محصول ڈاک علاوہ

المشرقی علی المشرقی طبع اول - تعداد صفحات ۹۲ - یعنی خلافت افغانستان سرحد آزاد اور ہندوستان کے تقریباً ہر خیال کے اکابر علماء و مشائخ اور اہل قلم حضرات کے بیانات اور فتاویٰ مقتدر مجالس کے فیصلوں اور مشرقی کے متعلق مصری و ترکی اخبارات کی رائے کا قابل قدر مجموعہ قیمت ۳۰ محصول ڈاک - قیمت فی سینکڑہ پندرہ روپے - پچاس کتابوں کی قیمت آٹھ روپے محصول ڈاک علاوہ -

برق آسمانی جس میں مرزائے قادیانی کے اپنے قلم سے اس کے سوانح و عقائد و عبادات و معاملات و کارنامے تفصیل کے ساتھ درج کئے گئے ہیں علاوہ انہیں خلیفہ نور الدین و مرزا محمود کے سوانح حیات اور ان کے عقائد وغیرہ بیان کرنے کے بعد حیاتِ مسیح کے مسئلہ پر عقلی و نقلی دلائل جمع کئے گئے ہیں اس کتاب نے مرزائیوں کا ناطقہ بند کر دیا ہے۔ رعایتی قیمت ۴۰۰

جریڈ "شمس الاسلام" کا شیعہ نمبر المعروف بہ "جواگست" ۱۹۰۱ء میں شائع ہو کر خراج تحسین کا سبب بن گیا۔ اس میں بڑی خوبی یہ ہے کہ شیعہ صاحبان کے حق میں گالی تو کجا کہیں سخت الفاظ بھی استعمال نہیں کئے گئے۔ مختلف ذرائع گونا گوں حوالوں اور اس کی مستند کتابوں اور غیر مسلم مصنفین کی تحریروں سے ناقابل تردید مختصر اور جامع الفاظ میں نقشہ کھینچا گیا ہے اور جس میں مسئلہ مدح صحابہ و تبرکات پر قرآن مجید احادیث نبوی کریم، اقوال ائمہ سادات، صوفیائے کرام کے ارشادات کے عقلی و نقلی براہین سے مکمل روشنی ڈالی گئی ہے اور اسلامی جرائد اور اکابر ملک کے افکار و آراء کے اقتباسات کے علاوہ سیندرہ صد سالہ اسلامی تاریخ میں سے تہا بازی کے ہولناک نتائج بیان کئے گئے ہیں حجم ۱۳۲ صفحہ قیمت ۴۰۰ محصول ڈاک

بشارت احمدؑ

اس کتاب میں قوی دلیلوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کی بشارت و مہذب رسولیاتی من بعدی اسماء احمدؑ کے اہلی اور حقیقی مصداق حضرت احمد مختبئی رحمۃ اللعالمین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی اس کا مصداق ہرگز نہیں ہے۔ حجم ۸۰ صفحات سائز ۸x۱۲ قیمت ۲۰۰ محصول ڈاک -

نازیانہ نقشبندیہ

مولفہ مولانا حکیم حافظ عبد الرسول صاحب کچہری اس کتاب میں مرزا قادیانی کے ان اعتراضات کا مدلل جواب دیا گیا ہے جو اس نے صوفیائے کرام پر کئے تھے۔ قیمت صرف ۴۰۰ علاوہ محصول ڈاک -

ملنے کا پتہ :- مینجر جریدہ "شمس الاسلام" بھیرہ (پنجاب)

علمی، مذہبی، اخلاقی اور تاریخی کتبائیں

چودھویں صدی کے عثمانی نوت (سارے چھ صفحات کی کتاب) مسئلہ کذاب سے

لیکھ مرزا قادیانی بلکہ عنایت اللہ مشرقی تک جس قدر دجال اور مفسد گذرے ہیں انہیں سے اکثر کے حالات اور دعاوی اس کتاب میں درج کئے گئے ہیں جس بن صیاح اور دروڑوں کے حالات بھی بالتفصیل درج ہیں قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ

حقیقتِ مزائیت (مولفہ مولوی عبدالکرم صاحب مہابہ سابق مبلغ مزائیت) یہ کتاب

اس ضرب المثل کی صحیح مصداق ہے کہ ”گھر کا بھیدی لنگا ڈھائے“ قیمت آٹھ آنے۔

حقیقتِ مزائیت (مولفہ مولوی علم الدین صاحب حنفی باشندہ قادیان) اس

کتاب میں ناضل مولف نے مرزائی دہرم کا نجیہ ادھیر کر رکھ دیا ہے قیمت آٹھ آنے۔

ادب المساجد مسجد کے شرعی آداب کا تفصیلی بیان اس

بے تمیزی کے زمانہ میں بہرمان کو یہ رسالہ پڑھ کر خدا کے گھر کی تعظیم و تکریم کھنی چاہئے قیمت تین آنے

علم النجیل جس میں زبردست دلائل سے ثابت کیا گیا ہے

کہ موجودہ اناجیل محرف اور غیر اصلی ہیں قیمت تین آنے

حاشیہ سماج جس میں تناسخ کے ابطال اور ویدوں کے

مبانی پر غور کیا گیا ہے قیمت تین آنے

مبانی سماج جس میں تناسخ کے ابطال اور ویدوں کے

مبانی پر غور کیا گیا ہے قیمت تین آنے

ثمرات الوریق یعنی اسلام اسلام کے خاص حالات و مقالات کا مجموعہ اور تاریخی دلچسپوں کا مرقع قیمت ۴

نیکیا بیان جس میں حضرت حلیمہ حضرت خدیجہ الکبریٰ

حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت فاطمہ

الزہراء رضی اللہ عنہن کے پاکیزہ اور سبق آموز حالات زندگی

معتبر اور مستند کتابوں سے تحقیق کے ساتھ لکھے گئے ہیں

غور توں اور لڑکیوں کے پڑھنے پڑھانے کی خاص چیز

ہے۔ قیمت صرف پانچ آنے۔

الاعجوبہ اس امر کی عجیب تحقیق کہ خطبہ عربی زبان

ہی میں کیوں پڑھنا چاہئے مع خطبہ عربیہ

شاہ اسماعیل صاحب دہلوی۔ قیمت ڈیڑھ آنے

رحمت ضوان حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حالات

وفضائل مع نصاب و جواب اعتراضات

قیمت پانچ پیسے۔

مولوی معنوی یعنی حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ

علیہ کی سوانح عمری آپ کے علاوہ

آپ کے مشائخ و خلفاء اور اولاد کے حالات کا مستند مجموعہ

قیمت پانچ آنے۔

دستِ غیب جس میں حلال روزی کے فضائل

اور ”دستِ غیب“ اور کیمیا کے دینی

اور دنیاوی نقصانات ہٹانے کے علاوہ دلچسپ حکایتیں بھی

بیان کی گئی ہیں قیمت دو آنے۔

ارشادِ لدنی مختصر احادیث کا عام فہم ترجمہ۔ بتدیوں

اور غور توں کیلئے خاص طور پر مفید ہجرت

حیاتِ خضر علیہ السلام آپ کے متبرک حالات کو حدیث و تفسیر اور

تاریخ کی معتبر کتابوں سے اخذ کر کے جمع کیا گیا ہے قیمت ۴

پیرزادہ ابوالضیاء محمد بہاء الحق قاسمی گلوالی دروازہ امرتسر (پنجاب)

(باجہ تمام مولانا خورشید احمد بگوی ایڈیٹر پرنٹر پبلشر منوہرا لیکچرک پریس سرگودھا میں چھپکر دفتر شمس الاسلام بھیر خجابت شائع ہوا)